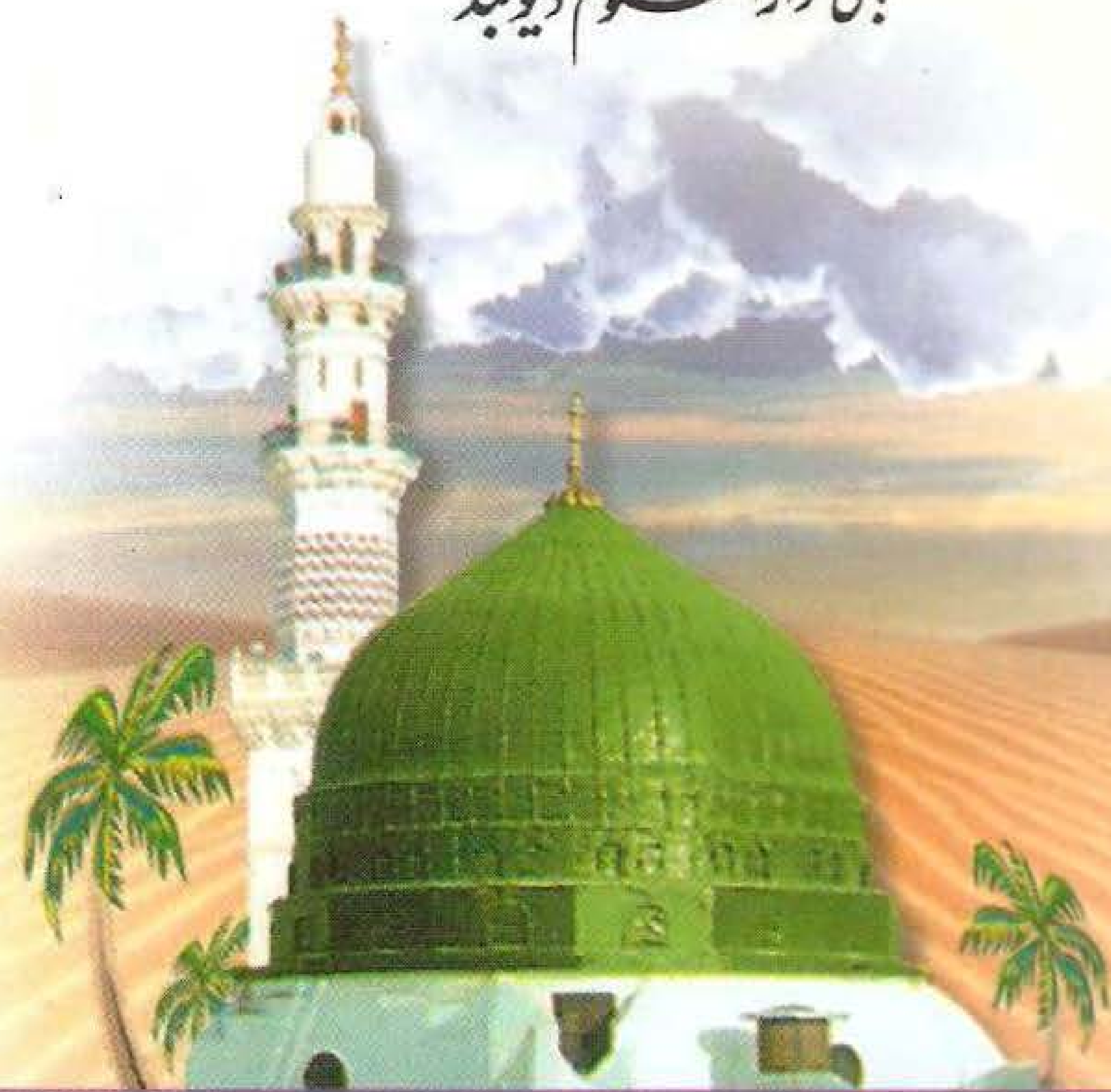
مُقدّمہ

حُجۃ الاسلام حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز

بانیٔ دارالعلوم دیوبند



صلوٰۃ و سلام

اور

محفلِ مِیلاد بدعت ہے؟

- درود شریف کے ساتھ بدعات۔
- تاریخ میلاد کا موجد اور مروج کے حالات وعقائد۔
- تاریخ میلاد پر رقص وسرود کی محافل۔
- پہلی مرتبہ میلاد النبی منانے والا غیر مقلد تھا۔
- علمائے احناف کے فتاویٰ۔
- اہل بدعت کا تفاسیر قرآن میں تحریفات۔

تالیف

نعمان محمد امین

تحفظِ نظریاتِ دیوبند اکادمی

صلوٰۃ وسلام

اور

محفلِ میلاد بدعت ہے؟

مقدمہ

حجۃ الاسلام حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز

بانیِ دار العلوم دیوبند

- درود شریف کے ساتھ بدعات۔
- تاریخ میلاد پر رقص وسرود کی محافل۔
- تاریخ میلاد کا موجد اور مروج کے حالات وعقائد۔
- پہلی مرتبہ میلاد النبی منانے والا غیر مقلد تھا۔
- اہل بدعت کا تفاسیر قرآن میں تحریفات۔
- علمائے احناف کے فتاویٰ۔

تالیف: نعمان محمد امین

تحفظِ نظریاتِ دیوبند اکادمی

اصلاح امت اور فروغ اردو کے لیے کوشاں

تحفظِ نظریات دیوبند اکادمی

سلسلۂ اشاعت : ۳

پہلی اشاعت : ربیع الاول ۱۴۲۹ھ/ مارچ ۲۰۰۸ء (الامین)

دوسری اشاعت : صفر المظفر ۱۴۳۱ھ/ جنوری ۲۰۱۰ء

تیسری اشاعت : ذوالحجہ الحرام ۱۴۳۱ھ/ نومبر ۲۰۱۰ء

کتاب : کیا صلوٰۃ وسلام اور محفلِ میلاد بدعت ہے؟ (نظر ثانی شدہ نسخہ)

تالیف : نعمان محمد امین

صفحات :

کمپوزنگ : ابن رشید الحسینی

طابع : اشہد پرنٹنگ سروس

ناشر

تحفظِ نظریاتِ دیوبند اکادمی

ملنے کے پتے

۱۔ادارۃ الانور، علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن، کراچی

۲۔مکتبۃ القرآن، علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن، کراچی

۳۔مکتبہ [illegible] بالمقابل مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی

۴۔حاجی امداد اللہؒ اکیڈمی، مارکیٹ ٹاور، حیدرآباد

۵۔مکتبۂ قاسمیہ، اردو بازار، لاہور

۶۔انجمن اہلسنت والجماعت، لاہور 0301-3908336, 0315-3908336

۶۔کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار۔ راولپنڈی

۷۔ادارۂ نشر واشاعت، مدرسہ نصرۃ العلوم، فاروق گنج، گوجرانوالہ

آئینہ کتاب

امام اہلِ سنت شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر

علیہ الرحمہ

کے نام

نعمان محمد امین

۲۹ر محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

۱۶ر جنوری ۲۰۱۰ء

کراچی

تعارف

(نظر اصلاح شدہ نسخے کے لیے)

قیامت کی نشانیوں میں سے بہت سے فتنوں کا منہ ہم نے ابھی دیکھنا ہے۔ انہی میں سے مسلمانوں کے عقاید واعمال کے بگاڑ کا فتنہ بھی ہے۔ اس کی سرکوبی اور امتِ مسلمہ کو آگاہ کرنے کے لیے اہلِ علم نے بہت سی کتابیں لکھ کر اور وعظ ونصیحت کر کے آگاہ کیا۔ فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ خیراً!

میرے قابل احترام دوست اور محبی برادرم نعمان محمد امین زاد اللہ مجدہٗ نے بھی اپنے بزرگوں کی کتابوں اور اہلِ علم سے استفادہ کر کے یہ مختصر سا رسالہ مبتدعین کو دعوتِ فکر کے لیے لکھا ہے۔ موصوف اس موضوع میں بڑے حساس طبیعت ہیں اور اس نوجوانی میں امت کے لیے اپنے دل میں درد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں مزید اضافہ فرمائے، امت کی رہنمائی کا ذریعہ بنائے اور اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

پیشِ نظر کتاب میں درود شریف کے معاملے میں بدعات، مجلسِ میلاد اور بدعت کے معانی ومفاسد بیان کیے گئے ہیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ میلاد کے معاملے میں اہلِ بدعت قرآن کے معانی و تفسیر میں بھی ردّ وبدل کرتے ہیں۔ یہ فتنہ اس وقت تک رہے گا جب تک حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہٗ کا ظہور نہیں ہوگا۔ اس فتنے سے حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہنا چاہیے اور سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں روزانہ پڑھنی چاہییں۔ اس سے فتنۂ اعظم دجال سے حفاظت رہے گی اور چھوٹے فتنوں سے بہ درجہ اتم محفوظ رہیں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

یہ اس کتاب کا اضافہ شدہ ایڈیشن ہے۔ برادر موصوف نے وقتاً فوقتاً اس کے بارے میں مشورہ کیا اور راقم الحروف نے حرف بہ حرف اسے پڑھا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو دینِ حق کی اشاعت کے لیے قبول فرمائے اور اکابر کے نقشِ قدم پر چلائے۔ اللہ تعالیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس رسالے کو مؤلف، ناشر اور قاری کی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

تنویر احمد شریفی عفی عنہ

۲۹ر ذوالحجہ الحرام ۱۴۳۰ھ/ ۱۸ر دسمبر ۲۰۰۹ء

عرضِ مؤلف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ

''اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے۔''

اللہ رب العزت کا بے شمار احسان ہوا کہ اس ناچیز کو ''اہلِ سنت والجماعت حنفی دیوبندی'' مسلک میں پیدا کیا اور اپنے اکابر سے محبت اور ان کے تالیفات اور تصانیف پڑھنے کا شوق اور خصوصاً فرقۂ باطلہ کے رد میں جو ہمارے دیوبندی اکابر کی تحریرات ہیں انھیں پڑھنے کا ذوق بخشا، جس سے ناچیز کو حق اور باطل کی تمیز میں کوئی شک نہیں رہا۔

اور ویسے بھی اللہ رب العزت نے اپنے اس بندے کے دل میں اپنے پیارے حبیب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اقوال کی وجہ سے حق کو کھول کے رکھ دیا ہے۔ وہ دو مشہور حدیثیں جن کا مفہوم درج ذیل ہے:

① میری اُمت میں تہتر فرقے بن کر رہیں گے اور اُن میں سے وہ جنت میں جائے گا جو میرے اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے پر عمل کرے گا۔

② میرے اور خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقے کو داڑھوں سے مضبوط پکڑلو۔

یہ دو حدیثیں چابی ہیں جنت میں جانے کی اور ایک پیمانہ ہے جس سے ہم ان تہتر فرقوں میں سے اُسے پہچان سکیں جو جنت میں جائے گا۔

اسلام کی تعلیمات میں اہلِ اسلام کے لیے باہمی اتحاد واتفاق کی تعلیم بھی عجیب نعمت ہے۔ مگر افسوس! اب ہم اس سے محروم ہوچکے ہیں اور اب اپنی یہ دولت بھی دشمنوں کو نصیب ہے۔ یہ کیوں؟ اس کے کئی اسباب ہیں۔ اُن میں سے خاص طور پر

اس فتنے کے دور میں فروعی اور غیر ضروری اختلافی مسایل میں آپس کا تنازعہ بھی ہے، جس نے نہ صرف ہماری مذہبی حیات کو بلکہ دنیاوی زندگی کو بھی تباہ و برباد کر رکھا ہے۔

ان مسایل میں سے ایک مجلسِ میلاد کی رسم اور اس میں ذکر ولادت و قیام یعنی کھڑے ہونا اور دوسرا اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا خصوصیت سے دین کے لبادے میں شامل کرلیا گیا ہے۔ جس کا گھر گھر ذکر اور علما سے لے کر عوام تک شور برپا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ بہت سے عوام اس کو کفر و اسلام کا معیار تک سمجھتے ہیں، لیکن زیادہ تر لوگ یہ نہیں جانتے کہ اس کو کس نے کب اور کیوں ایجاد اور رواج دیا؟

مولود (سالگرہ) کی پہلی کتاب جسے آپ آسان اردو میں بگڑی شکل میں نعت کی کتاب بھی کہہ سکتے ہیں، کب اور کس نے لکھی؟ اسے ایجاد کرنے اور رواج دینے والے اور اس کے مصنف کون اور کیسے کریکٹر کے لوگ تھے؟

اس کتاب کو ترتیب دینے کا مقصد اور کچھ نہیں سوائے اس کے کہ اپنے کلمہ گو مسلمان بھائیوں کو اس کی تاریخ بہ حوالہ بتادوں۔ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اپنے آپ کو اہلِ سنت والجماعت حنفی کہنے والے کس کے طریقے پر عمل کر رہے ہیں۔ یہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ، صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین کرام، تبع تابعین رحمہم اللہ، حضرت امام ابو حنیفہ اور دیگر ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ یا ان کے تلامذہ، مفسرین و محدثین، فقہا و اہلِ علم کا طریقہ و عمل رہا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہی ہے تو کیا یہ

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (سورۂ مائدہ:۳)

”آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دین۔“

کا انکار نہیں ہے؟

یاد رکھیے! قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا بھی واضح انکار یا ایسا عمل جس سے

قرآن مجید کی آیت کی توہین وانکار ثابت ہوتا ہو کفر ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ دین کے لباس میں یہ کفر ہو رہا ہو؟

الف: سب سے پہلے ہم بریلوی فرقے کی بات کرتے ہیں۔ یہ بات اب کسی سے چھپی ہوئی نہیں کہ یہ فرقہ اپنے آپ کو کہلواتا تو اہلِ سنت ہے، پر ہے اہلِ بدعت۔

اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام، ربیع الاول میں محفلِ میلاد منعقد کرنا، قبر پر اذان دینا، تیجہ، دسواں، چالیسواں، برسی اور عرس منانا اس فرقے کی اہم نشانیاں ہیں۔ اہلِ عقل ودانش خوب جانتے ہیں کہ نبوت کے ۲۳ سال اور خلافت کے ۳۰ سال = کل ۵۳ سال میں اس کرۂ ارض پر موجود کوئی شخص اِن افعال کو ثابت نہیں کر سکتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان اُمور کو انجام دیا ہو۔ جس کا مطلب اوپر کی حدیث شریف کی روشنی میں آسان لفظوں میں یوں ہوا کہ بریلوی حضرات کے پاس وہ چابی نہیں جو جنت کا دروازہ کھولے۔

ب: غیر مقلدین: ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق کا انکار کرنے والے، رمضان کے مہینے میں بیس رکعت تراویح کے منکر، یعنی یہ فرقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کا منکر ہے۔ اس فرقے کے پاس بھی ان احادیث کی روشنی میں جنت میں جانے کی کنجی نہیں۔

(۳) رافضی: خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینے والے، قرآن کو صحیفۂ ابوبکر کہنے والوں کے جہنمی ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ! ''اہلِ سنت والجماعت حنفی دیوبندی'' کو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن دو احادیث، جن کا ذکر کیا گیا ان پر پورا اُترتا ہوا پائیں گے۔ دیوبندی مسلک افعال واعمال اور عقاید کا مطالعہ کرنے کے بعد (تعصب کی عینک اُتارنا شرط ہے) یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ یہی وہ لوگ ہیں جو جنت میں جائیں گے۔ ان شاء اللہ!

میں دعوت دیتا ہوں ملّت کے ہر فرد اور خصوصاً مسلمانوں کو کہ وہ ہر مسلک کو نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو حدیثوں پر پرکھیں، ان شاء اللہ! اللہ رب العزت ان پر حق کو کھول دیں گے اور وہ خود فیصلہ کر پائیں گے کے حق پر کون ہے۔

آج سے دو سال پہلے راقم الحروف نے "کیا صلوٰۃ وسلام اور محفلِ میلاد بدعت ہے؟" ایک کتاب تالیف کی، جسے عام وخاص میں بہت پسند کیا گیا، کیوں کہ میں ایک طالب علم ہوں اور مطالعہ میرا شوق ہے، اسی وجہ سے متعلقہ مضمون سے متعلق کچھ اور ایسی باتیں میرے علم میں آئیں جن کا اضافہ پڑھنے والوں کے لیے مفید ہوگا، اسی لیے اس کتاب کے نئے ایڈیشن میں ان کا اضافہ کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ میری اس طالب علمانہ کاوش کو ہم سب کی ہدایت اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین!

خاک پائے اہلِ سنت والجماعت

نعمان محمد امین

۲۹/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

۱۶/جنوری ۲۰۱۰ء

مقدمہ

سیدنا الامام الکبیر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم النانوتوی نور اللہ مرقدہٗ کی میلاد سے متعلق ایک نادر تحریر کو اس کتاب میں ''مقدمہ'' کے طور پر شامل کیا جا رہا ہے۔ اس سے ایک تو تبرک، دوسرے استفادہ، تیسرے جماعتِ دیوبند کا نقطۂ نظر کی اشاعت اور چوتھے اس مضمون کا محفوظ کرنا ہمارے پیش نظر ہے۔

یہ تحریرِ مبارکہ ۱۹ر ربیع الثانی ۱۲۹۷ھ/۲ر مارچ ۱۸۸۰ء کی ہے اور سہ ماہی ''احوال وآثار'' کاندھلہ ج ۱، ش ۳، جنوری تا مارچ ۲۰۰۸ء ص ۴-۱۳ سے ماخوذ ہے۔

....

......اگر کوئی شخص ملازمان شاہی میں سے سرِ دربار بادشاہ سے زیادہ کسی وزیر، مشیر کی تعظیم کرے تو وہ تعظیم چوں کہ موجب توہین بادشاہی ہے، اس لیے بہ وجہ تعظیم مفرط وزیر یہ تعظیم کرنے والا مستوجب عتابِ بادشاہی ہوگا۔ تعظیم وزیر کچھ کام نہ آئے گی، بلکہ خود وزیر بہ وجہ مذکور درپے تذلیل شخص مذکور ہو جائے گا۔ جب یہ بات دین نشین ہو چکی تو اب سنیے!

اعلا درجے کی وہ مجلس ہے جس میں قرآن وحدیث پڑھا جائے اور بیان احکام خداوندی کیا جائے۔ اور کیوں نہ ہو! انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اس غرض سے بھیجے گئے کہ احکامِ خداوندی پہنچائیں اور کتب مقدسہ اسی غرض سے نازل کی گئیں کہ احکام خداوندی معلوم ہو جائیں۔ خود خداوند کریم فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. (سورۂ ذاریات:۵۶)

''اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُو اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ. (سورۂ بینہ:۵)

''اوران کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں خالص کر کے اس کے واسطے بندگی۔''

اور ظاہر ہے کہ عبادت اطاعت احکام کا نام ہے، اس لیے وہ مجلس جس میں بیان احکام ہو اعلا درجے کی مجلس ہوگی، کیوں کہ غرض اصلی عبادت ہے۔ چناں چہ دونوں آیتیں اس پر شاہد ہیں۔ بے بیان احکام محقق نہیں ہو سکتے۔ غرض مجلس وعظ و درس قرآن وحدیث کے برابر کوئی محفل نہیں۔ پھر ستم یہی نہیں کہ اس محفل کے لیے تو کچھ اہتمام نہ ہو، نہ اس میں برکت کی امید ہو جو محفل میلاد شریف سے رکھتے ہیں اور نہ اس کے لیے فرش وفروش، روشنی وشیرینی وغیرہ ہو جو محفلِ میلاد کے لیے مہیا کی جاتی ہے۔ علاوہ بریں میلاد کی بہ دولت جماعت سی واجب چیز کو ترک کیا جائے اور جماعت کے لیے میلاد شریف ترک نہ کیا جائے اور یہ اس قسم کی بات نہیں تو اور کیا ہے کہ بادشاہ سے زیادہ وزیر کی تعظیم کی جائے۔

پھر اس پر قیام معمول بہ اگر بہ ایں اعتقاد ہے کہ روح پرفتوح حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت رونق افروز ہوتی ہے تو یہ اعتقاد بے سند ہے کہ جس کا پتا نہ قرآن میں نہ نشانِ حدیث میں۔ اگر یہ بدعت نہ ہوگا تو اور کون سی چیز بدعت ہوگی؟ شیعوں اور خوارج کے اعتقادات جو ان کے مبتدع اور فعال ہونے کی وجہ سمجھی گئی تو کیوں سمجھی گئی؟ اس بے سند ہونے کے باعث۔ اور اگر بہ ایں خیال یہ اہتمام قیام ہے کہ بعض اولیائے کبار اس وقت کھڑے ہوئے تھے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ ہم بھی اسی طرح مشرف بہ زیارت ہوتے ہیں جیسے وہ اولیا مشرف ہوئے تھے؟

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بعض اولیائے کبار ارباب حال کو وقت ذکر ولادت شریف دولت زیارت میسر آئی تھی، اس لیے ان کے واسطے اٹھنا ضرور ہوا۔ بے شک اگر وہ اس وقت نہ اُٹھتے تو عجب نہ تھا کہ اس بدتعظیمی کے سبب اپنے مرتبہ ومقام سے گر جاتے، مگر عوام الناس جو ان کی اقتدا کرتے ہیں گویا زبان حال سے یوں جتلاتے ہیں کہ گویا ہم بھی دولت زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اب کہیے یہ کس درجے کی ریا ہے؟

بعض اولیا کو چند بار یہ اتفاق ہوا کہ اپنے حلقے میں یا شیخ بہاؤالدین شیاءً للہ کہا۔ ان

کے ایک مرید نے بھی کہنا شروع کر دیا۔ حضرتؒ نے فرمایا: تم کیوں کہتے ہو؟ مرید نے کہا کہ آپ کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ مجھ کو تو حضرت کی زیارت میسر آتی ہے، اس لیے کہہ پڑتا ہوں۔ تو جو کہتا ہے کیوں کہتا ہے؟ غرض حضرتؒ نے اس کو منع فرمایا اور اپنی اقتدا اور اتباع کی اس امر میں اجازت نہ دی۔ ایسے میں جن صاحبوں نے وقت مذکور پر قیام کیا وہ مشرف بہ زیارت ہوئے تھے عوام کو ان کا اقتدا جائز نہیں۔

باقی یہ کہنا کہ ہم بہ غرض تعظیم اسمِ مبارک کھڑے ہوتے ہیں، یہ ایسی بے ہودہ بات ہے کہ کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیا اس وقت آپ مستحق تعظیم ہوتے ہیں؟ اس سے آگے پیچھے ان لوگوں کے نزدیک مستحق تعظیم نہیں ہوتے؟ افسوس! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر انوار کو ایسی ایسی واہیات سے ناواقفوں نے خراب کر دیا۔

اس لیے اپنا یہ قول ہے کہ ہمارے لیے تو مولود شریف اگر کریں جائز بلکہ مستحب ہے، پر رواج کے موافق کرنے والوں کے حق میں جائز نہیں۔ ہاں گوشۂ تنہائی میں بے قیام کوئی کبھی بہ تقاضائے محبت بہ روایات صحیحہ پڑھ لیا کرے تو سبحان اللہ! پر ان روایات ضعیفہ موضوعہ کا پڑھنا یوں بھی جائز نہیں۔

غرض اصل سے ذکر بابرکت حضرت سرورِ عالم علیہ وعلیٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات عمدہ حسنات میں سے تھا، گو ذکر احکام اور استماع احکام بہ غرض اطاعت و تبلیغ حقیقت میں ذکر ملک علام ہے، مگر جیسے تنجن وزعفران وغیرہ اطعمہ لذیذہ اصل سے عمدہ غذا ہوتی ہے، پر زہر مل جائے تو باوجود عمدگی خراب و مہلک ہو جاتی ہیں۔ اور اس وقت بہ وجہ اختلاط زہر باوجود لذت معلومہ اس ذلت کا ترک ضروری ہے، چہ جائے کہ بہ وجہ لذت زہر مخلوط کا کھانا عمدہ سمجھا جائے؟ ایسے ہی ذکر خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم متضمن ولادت ہو یا متضمن وفات عمدہ خیرات میں سے ہے۔ پر بالائی خرابیوں کے باعث واجب الاحتراز ہے، چہ جائے کہ خرابی ہائے مذکورہ بہ وجہ عمدگی سفوہ واجب الارتکاب ہوں.....

العبد محمد قاسم

باب ①

درود شریف اور بدعات

درود شریف ایک عمدہ ترین عبادت ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا O (سورۂ احزاب:۵۶)

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر۔ اے ایمان والو! رحمت بھیجو اس پر اور سلام بھیجو سلام کہہ کر۔"

صلوٰۃ کی اضافت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد رحمت ہوتی ہے۔ جب فرشتوں کی طرف ہوتی ہے تو اس سے مراد دعائے رحمت ہے۔ اسی طرح مومنوں کی طرف بھی صلوٰۃ کی اضافت طلب رحمت کے معنی میں ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے، آپ کی تعریف اور اعزاز واکرام کرتا ہے، فرشتے رحمت کی دعا کرتے ہیں، سو تم بھی اللہ سے رحمت کے نزول کی دعا کرو۔

درود شریف کے فضایل:

حدیث شریف میں درود شریف کی جو شان اور درجہ بیان ہوا ہے وہ بڑا عظیم ہے۔ چناں چہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ

"جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں۔" (مسلم: ج۱، ص۱۷۵)

ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ

"جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں اس پر نازل ہوتی ہیں اور اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں۔" (مستدرک: ج۱، ص۵۵۰)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ

”جو قوم اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے بیٹھی ہو اور اس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا ہو تو مجلس اس کے لیے باعث وبال ہوگی۔“

(مستدرک: ج ۱، ص ۵۵۰۔ مشکوٰۃ: ص ۱۹۸)

الغرض! درود شریف کی بڑی تاکید اور فضیلت آئی ہے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ذکر اور درود شریف کے پاک الفاظ سے ہر وقت اپنی زبانوں کو تر رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں۔

درود شریف کے حلقوں کی ممانعت:

درود شریف کا پڑھنا ایک بہت بڑی عبادت ہے اور تقرب خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے، لیکن اسی طریقے سے جس طرح حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون میں پڑھا جاتا تھا۔ خیر القرون میں نہ درود شریف کے حلقے باندھے جاتے تھے اور نہ بلند آواز سے پڑھا جاتا تھا۔ فقہ حنفی کی مستند کتاب میں لکھا ہے:

”ذکر بالجہر یعنی اونچی آواز میں ذکر کرنا حرام ہے ❶۔“

کیوں کہ صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایک جماعت کو مسجد سے اس لیے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا الٰہ الا اللہ اور درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا کہ میں تو تمھیں بدعتی ہی سمجھتا ہوں۔

(شامی: ج ۵، ص ۵۰)

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جس عبادت کے لیے شریعت مطہرہ نے کسی مخصوص ہیئت کے ساتھ قید نہیں لگائی اور اس کے لیے کسی خاص اہتمام اور اجتماع کی ترغیب نہیں دی تو یقیناً کوئی مخصوص طرز و طریقہ غلط ہوگا۔

---

❶ مسجد میں ذکر کا حکم: انفرادی یا تعلیم و تربیت (اہلِ تصوف) کے حلقے بنا کر ذکر جہری کی اجازت ہے۔ بہ شرطے کہ وہاں نماز اور تلاوت قرآن کوئی نہ کر رہا ہو۔ اسی لیے مسجد میں ذکر جہری مکروہ ہے۔ حرام اس صورت میں ہے کہ اس ذکر سے مسجد میں ”تلاوت قرآن اور نماز پڑھنے والے کو اذیت ہو۔ (شریفی)

چھینک اور صلوٰۃ وسلام:

حضرت امام نافع رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ

''ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں چھینک ماری اور اس شخص نے خود کہا الحمد للّٰہ و السّلام علیٰ رسول اللّٰہ. حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس کا تو میں بھی قایل ہوں کہ الحمد اللّٰہ السّلام علیٰ رسول اللّٰہ، لیکن ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعلیم نہیں دی۔ ہمیں اس موقع پر اس کی تعلیم دی ہے کہ ہم الحمد للّٰہ علیٰ کلِّ حالٍ کہا کریں۔'' [1] (ترمذی: ج۲، ص۹۸)

دیکھیے! جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما جو کوفہ کے گورنر تھے، بلند آواز سے ذکر کرنے والوں اور بلند آواز سے درود شریف پڑھنے والوں کو مسجد سے نکال دیتے اور فرماتے کہ تم بدعتی ہو۔

اگر اس فعل کی کچھ بھی گنجایش ہوتی تو آپ ایسا کبھی نہ کرتے۔

کوئی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھے کہ آپ نے درود وسلام سے کیوں منع کیا اور والسّلام علیٰ رسول اللّٰہ کے الفاظ سے آپ کو کیا تکلیف ہوئی ہے؟ کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنا گناہ ہے؟ بے موقع اور بے محل درود وسلام سے تو وہابی منع کیا کرتے ہیں، یہ جلیل القدر اصحاب اس زمرے میں کیسے شامل ہو گئے؟ مگر یہ حضرات تو سراپا مطیع رسول تھے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)، حمد وسلام کے موقع اور محل کو بہ خوبی جانتے تھے، اس لیے انھوں نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور انہی کے اتباع میں علماے دیوبند منع کرتے ہیں۔

اس وقت پڑھنے والے بھی ہوتے تھے، درود شریف بھی تھا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت بھی کامل درجے کی تھی، مگر گلے پھاڑ پھاڑ کر درود شریف پڑھنے کا نہ صرف یہ کہ تصور ہی نہ تھا بلکہ وہ اس کو بدعت اور پڑھنے والوں کو

---

[1] یہ پورا کلمہ پڑھنے سے حدیث میں آتا ہے کہ ڈاڑھ میں درد نہیں ہوتا۔ (سنن ابی داؤد)

بدعتی سمجھتے تھے، مسجدوں سے نکال دیا کرتے تھے اور بے موقع درود وسلام سے منع فرمایا کرتے تھے اور اسی علمائے دیوبند بھی منع کرتے ہیں۔ جب اُس وقت بلند آواز اور بے موقع درود شریف پڑھنے کا ثواب نہ تھا تو آج کیسے ثواب کا باعث بن سکتا ہے؟ کیا ایسا کرنے والوں پر کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ (معاذ اللہ)

نجات کس طریقے میں ہے؟

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یہ ہے کہ نجات صرف اس فرقے کی ہوگی جو:

مَاأنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ.

"جس طریقے پر میں اور میرے صحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں۔"

پر گامزان ہوگا۔ اب جو لوگ اونچی آواز میں اور بے موقع درود وسلام پڑھتے ہیں وہ سوچ لیں کہ وہ کس راستے پر چل رہے ہیں۔ پھر کیا اس پر بھی کبھی غور کیا کہ درود شریف کا ورد رکھنا تو ثواب ہے، کیا یہ درود شریف کا ورد رکھتے؟ ورد رکھنا اور گلے پھاڑ کر پڑھنا دو الگ الگ فعل ہیں۔

اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی تاریخ:

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ اذان سے پہلے یا اس کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا رواج نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھا، نہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں تھا اور نہ خیر القرون میں کوئی شخص اس بدعت ❶ سے واقف تھا، نہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ ❷ میں سے کسی بزرگ نے یہ کارروائی کی اور نہ اس کا فتویٰ دیا، بلکہ تقریباً ۷۹۰ھ تک کسی

---

❶ دین میں نئی بات ایجاد کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔

❷ ائمہ اربعہ سے مراد چار امام ① حضرت امام ابوحنیفہ، ② حضرت امام مالک، ③ حضرت امام شافعی، ④ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ

جگہ بھی پر یہ بدعت رائج نہ تھی۔

اس بدعت کی ابتدا کب ہوئی اور کس نے کی؟ اس میں کچھ اختلاف ہے، لیکن جس پر جمہور متفق ہیں وہ یہ کہ اس کی ابتدا مصر میں ۷۹۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت رافضیوں (شیعوں) کی حکومت تھی۔ چناں چہ تاریخ الخلفاء: ص ۴۹۸، درمختار: ج ۱، ص ۶۴ اور طحطاوی علی مراقی الفلاح: ص ۱۱۴ میں اس کی تصریح ہے کہ اس کی ایجاد ۷۹۱ھ کو ہوئی۔ جب کہ درمختار میں ۷۸۱ھ لکھا ہے۔

اصل واقعہ یوں پیش آیا کہ ایک جاہل نام نہاد صوفی نے یہ طریقہ خواب [1] میں دیکھا تو مصر کے ایک ظالم اور راشی حاکم کے سامنے پیش کیا اور اس نے قانوناً یہ بدعت جاری کردی۔

چناں چہ علامہ مقریزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"وہ جاہل صوفی قاہرہ کے محتسب کے پاس گیا۔ اس وقت نجم الدین محمد الطبذی جو ایک جاہل شیخ تھا، قضا اور محاسبے میں بد اخلاق تھا، ایک ایک درہم پر جان دیتا تھا اور کمینگی اور بے حیائی کا پتلا تھا، حرام اور رشوت لینے سے دریغ نہیں کرتا تھا اور کسی مومن کی قرابت اور ذمے کا پاس اس کو نہ تھا، گناہوں پر بڑا حریص تھا، اس کا جسم مالِ حرام سے پلا ہوا تھا، اس کے نزدیک علم کا کمال بس دستار و جبہ تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ رضائے الٰہی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو کوڑے لگانے اور عہدۂ قضا پر برابر جما رہنے سے ہے۔ اس کی جہالتوں کے قصے اور اس کے گندے افعال کے قصے ملک میں مشہور ہیں۔" (الابداع فی مضار الابتداع: ص ۱۶۱)

حضرت علاّمہ طحطاوی رحمہ اللہ نے بھی اس کا ذکر کیا ہے کہ یہ کارروائی محمد الطبذی کے حکم سے ہوئی۔ (طحطاوی: ص ۱۰۴)

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"ہمارے شیخ نے (اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو) یہ فرمایا کہ یہ سلام کہنا جیسا کہ

---

[1] حالاں کہ مدارِ شریعت خوابوں پر نہیں ہے اور نہ وہ شرعاً حجت ہیں۔

مؤذن اب کرتے ہیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں نہ تھا اور فرماتے ہیں کہ یہ رافضیوں کے دور میں مصر میں رائج ہوا۔ انھوں نے اپنے خلیفہ اور اس کے وزرا پر اذان کے بعد سلام کہنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ حاکم بامر اللہ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے اس کی بہن کو اقتدار سونپا تو اس پر اور اس کی وزرا عورتوں پر مؤذن یہ سلام کرتے رہے۔

جب عادل بادشاہ صلاح الدین ابن ایوبیؒ کے ہاتھ اقتدار آیا تو اس نے اس بدعت کو ختم کر دیا اور مؤذنوں کو حکم دیا کہ اس بدعت کی جگہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا کریں اور شہروں اور دیہاتوں کے باشندوں کو بھی اُس نے یہی حکم دیا۔'' (کشف الغمۃ: ج۱، ص۷۸)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ صلوٰۃ وسلام نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تھا اور نہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دورِ مسعود میں، بلکہ اس کی ابتدا مصر میں اس زمانے میں ہوئی جب وہاں رافضیوں کا اقتدار تھا۔ انھوں نے ملکۂ مصر اور اس کی وزرا عورتوں پر سلام کہنا شروع کر دیا۔ جب عادل بادشاہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کا دور شروع ہوا تو انھوں نے اس بدعت کو ممنوع قرار دے کر اس کے بجائے مصر کے شہروں اور دیہاتوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا حکم دے دیا۔ اس سے بہ خوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس بدعت نے مصر میں اس طرح وبائی شکل اختیار کر لی تھی کہ اس کو بالکل ختم کر دینا اس وقت کے بادشاہ کے بس میں بھی نہ تھا [1]۔ یہاں تک کہ انھوں نے غالباً اس قاعدے کے پیشِ نظر:

---

[1] سلطان صلاح الدین ایوبی مرحوم اگرچہ اس بدعت کو ختم نہ کر سکے، لیکن اپنے زمانے کے حکم رانوں پر سلام کے بدلے حضور علیہ السلام پر صلوٰۃ وسلام سے بدل دیا۔ ذرا سوچیے! کیا ایوبیؒ کی یہ جرأت اسلام کا حصہ بن سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ دین وشریعت مکمل ہے۔ کسی بھی شخص کو اس میں حذف واضافے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

اذا ابتليتم ببلائين فاختروا اهونهما.

''جب تم دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤ تو ان دونوں میں سے ہلکی کو اختیار کر لو۔''

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام کو جاری کیا تا کہ ملک میں فساد پیدا ہو نہ خلفشار کی نوبت آئے۔ اس طرح روافض کی جاری کردہ بدعتِ ضلالہ ختم ہو، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو ملک عادل کی اتباع کا حکم نہیں دیا بلکہ حکم تو یہ ہے کہ میری اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو۔

اس عبارت میں صاف اور واضح لکھا ہے کہ یہ کارروائی نہ تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوئی اور نہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں۔ حالاں کہ اس وقت اذان بھی ہوتی تھی، مسجدیں بھی تھیں، پڑھنے والے بھی ہوتے تھے اور ان میں محبت بھی کمال درجے کی ہوتی تھی، پھر وہ کون سی نئی مجبوری لاحق ہوگئی کہ اس بدعت پر عمل کرنے کی شرعی ضرورت پیش آگئی؟

علامہ ابن حجر المکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''بلاشبہ مؤذنوں نے فرض نمازوں کی اذانوں کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی بدعت گھڑی ہے، مگر صبح اور جمعہ کی اذان سے پہلے وہ یہ کارروائی کرتے ہیں اور مغرب میں وقت کے تنگ ہونے کی وجہ سے وہ غالباً نہیں پڑھتے۔ اس کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدینؒ ابن ایوبؒ کے دور میں اور اس کے حکم سے مصر اور اس کی ریاست میں ہوئی، اس کی وجہ یہ تھی کہ جب حاکم مخذول قتل کر دیا گیا تو اس کی بہن نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ وہ اس کے لڑکے کے حق میں یوں سلام کہیں:

''اَلسَّلَامُ عَلَى الْإِمَامِ الطَّاهِرِ''

پھر اس کے بعد اور حکم رانوں پر بھی یہ سلام ہوتا رہا، یہاں تک کہ صلاح الدینؒ نے اس کو ختم کیا اور اس کے عوض میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و

سلام جاری کیا۔ اس کا یہ فعل بہت اچھا ہے، سو اللہ اس کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہمارے مشائخ اور اس طرح دوسرے بزرگوں سے اس کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا کہ اذان کے بعد اس کیفیت سے جس طرح کہ اب مؤذن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ تو انھوں نے یہ فتویٰ دیا کہ درود شریف تو سنت ہے مگر اس کیفیت سے پڑھنا بدعت ہے۔" (الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیہ: ج۱، ص۱۳۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "اللہ اس کو جزائے خیر عطا فرمائے" جملۂ دعائیہ صرف اس فعل سے متعلق ہے کہ سلطان صلاح الدینؒ نے فساق و فجار حکام پر سلام کے طریقے کو بند کر دیا تھا اور جس صلوٰۃ وسلام کو انھوں نے جاری کیا اُس سے اِس جملے کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

اذان میں اضافات بدعت ہیں:

یہی وجہ ہے کہ آئمہ ومشائخ کے فتاوے سے اذان کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نفس صلوٰۃ وسلام کو سنت اور رائج کیے گئے طریقے کو بدعت لکھا ہے۔

علامہ ابن حجر المکی رحمہ اللہ آگے لکھتے ہیں:

"اس مضمون کی کئی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ہم نے ان میں سے کسی میں نہیں دیکھا کہ اذان سے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جائے اور نہ یہ کہ بعد میں محمد رسول اللہ کے الفاظ پڑھے جائیں۔ ہم نے اپنے اماموں کے کلام میں بھی نہیں دیکھا کہ انھوں نے اس سے کچھ اختلاف کیا ہو۔ ان حالات میں یہ دونوں باتیں اس مذکور مقام میں سنت نہیں بلکہ بدعت ہیں۔ سو جو شخص ان میں سے کوئی ایک بات بھی سنت سمجھ کر اس مخصوص محل میں کرے تو اسے منع کیا جائے گا اور روکا جائے گا، کیوں کہ یہ بلا دلیل شریعت بنانا ہے اور جو شخص بغیر دلیل کے شریعت بنائے تو اس کو اس سے ڈانٹا جائے گا اور روکا جائے گا۔" (الفتاویٰ الکبریٰ الفقہیہ: ج۱، ص۱۳۱)

ملاحظہ کیجیے کہ کس صفائی سے علامہ ابن حجر المکی رحمہ اللہ نے اس بدعت کو روکنے کی کوشش اور جرأت کی ہے۔

مطلق درود شریف اور ذکر کی فضیلت کی احادیث سے اذانوں اور نمازوں سے پہلے یا بعد میں جہراً پڑھنے پر استدلال کرنا اپنی غیر معصوم رائے سے دین میں دخل دینا ہے۔ چناں چہ علامہ ابو اسحاق الشاطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"ان مطلق احکام میں قید لگانا جن میں شریعت کی طرف سے قید لگانا ثابت نہیں، شریعت میں اپنی رائے کو دخل دینا ہے۔" (الاعتصام: ج۱، ص۲۸۴)

بہترین ذکر:

اسی طرح ذکر وغیرہ کا معاملہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

"بہترین ذکر وہ ہے جو آہستہ ہو اور بہتر رزق وہ ہے جو کفایت کرے۔"

(الجامع الصغیر: ج۲، ص۸)

ذکر بالجہر اپنی شرایط کے ساتھ درست بھی ہو تو اس صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ ذکر آہستہ کرنا بہر حال بہتر ہے اور ترجیح اس کو ہے۔ کیوں کہ اس سے دِکھاوا بھی نہیں ہوگا اور نمازیوں، سونے والوں، مطالعہ کرنے والوں اور بیماروں کو اس طرح سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

امام سخاوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ

مؤذنوں نے پانچ فرض نمازوں کی اذانوں کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی بدعت گھڑی ہے، مگر صبح اور جمعہ کے موقع پر وہ یہ کارروائی اذان سے پہلے کرتے ہیں اور مغرب کے وقت بالکل نہیں کرتے، کیوں کہ اس کا وقت تنگ ہوتا ہے۔ اس کی ابتدا سلطان صلاح الدین ابو المظفر یوسف ابن ایوبؒ کے دور میں ہوئی اور اس کے حکم سے ہوئی، کیوں کہ جب حاکم ابن عزیز قتل ہوا تو اس کی بہن ست الملک نے حکم دیا کہ اس کے

لڑکے ظاہر پر اس طرح سلام کہا جائے۔ **السلام علی الاما الطاہر**. پھر اس کے بعد حکم رانوں پر یکے بعد دیگرے سلام کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ صلاح الدینؒ نے اس کو بند کر دیا۔ اس کو جزائے خیر ملے۔ بے شک اس کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے کہ کیا وہ مستحب ہے یا مکروہ، یا بدعت یا محض جائز؟ اور اس کے مستحب ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا گیا ہے کہ تم بھلائی کرو۔ ظاہر ہے کہ صلوٰۃ وسلام بڑی عبادات میں سے ہے۔ خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب پر حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور علاوہ ازیں اذان کے بعد، سحری کے وقت اور فجر کے قریب دعا کی فضیلت کی حدیثیں بھی آئی ہیں اور درست بات یہ ہے کہ یہ "بدعت حسنہ" ہے۔

(القول البدیع: ص ۱۴۴)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ "اس کو جزائے خیر ملے" کے جملۂ دعائیہ کا تعلق صرف اس بات سے ہے کہ سلطان صلاح الدینؒ نے ظالم اور عیاش بادشاہوں پر سلام کی بدعت کو ختم کیا تھا۔ رہا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اذانوں کے بعد صلوٰۃ وسلام کا معاملہ تو اس کے بارے میں علمائے کرام سے چار قسم کے اختلافات نقل کرتے ہیں کہ کسی نے اس کو مستحب کہا اور کسی نے مکروہ، کسی نے اسے بدعت کہا اور کسی نے صرف جائز، اور اپنی رائے بدعتِ حسنہ ہونے کی بیان کی، بہ شرطے کہ اس کا کرنے والا نیک نیتی سے یہ کام کرتا ہو اور دلیل یہ بیان کی کہ یہ بھی ایک خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَافْعَلُو الْخَيْرَ. (سورۂ حج: ۷۷)

"تم بھلائی کیا کرو۔"

بہ کثرت حدیثیں صلوٰۃ وسلام کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ اذان کے بعد، سحری کے وقت اور فجر کے وقت دعا کی فضیلت آئی ہے، مگر امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ جو کچھ بیان کیا ہے دعوے سے بالکل غیر متعلق ہے۔ کیوں کہ صلوٰۃ وسلام کی فضیلت کا کون مسلمان منکر ہے؟ اسی طرح سحری کے وقت اور بہ وقت فجر دعا کی فضیلت کا (جو

احادیث سے ثبوت ہے) کون انکار کرتا ہے؟ دعویٰ اور سوال تو یہ ہے کہ بلند آواز سے جو گلے پھاڑ پھاڑ کر اذانوں سے پہلے یا بعد میں جو صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے اُس کی کیا دلیل ہے؟ اس کی فضیلت پر کون سی حدیث وارد ہوئی ہے؟ امام سخاوی رحمتہ اللہ علیہ وہ نہیں پیش کر سکے۔ اگر یہ فعل وَافْعَلُو الْخَيْرَ سے ثابت ہوتا تو حضرات خلفائے راشدین اور صحابہ کرام علیہم الرضوان اور خیر القرون کے سلف صالحین پر یہ عقدہ کیوں نہ کھلا؟ اور ہم تو مقلد ہیں حضرت امام اعظم سیّدنا ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے، انھوں نے بھی تو یہ کام نہیں کیا۔ کیا اُن کے سامنے وَافْعَلُو الْخَيْرَ کا قرآنی مضمون نہ تھا؟ اگر یہ کارروائی خیر ہوتی تو وہ حضرات کبھی اس سے نہ چوکتے۔

حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ کی رائے:

علامہ حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

''بہر حال اہلِ سنت والجماعت یہ فرماتے ہیں کہ جو فعل اور قول حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہ ہوا ہو تو وہ بدعت ہے، کیوں کہ اگر وہ خیر اور بہتر ہوتا تو ضرور وہ ہم سے اس کے کرنے میں سبقت لے جاتے۔ کیوں کہ انھوں نے بھلائی کی خصلتوں میں سے کوئی خصلت ایسی نہیں چھوڑی جس میں وہ سبقت نہ لے گئے ہوں۔'' (تفسیر ابن کثیر: ج ۴، ص ۱۵۶)

نجات یافتہ فرقہ:

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ نجات حاصل کرنے والا فرقہ وہی ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں اس چیز کو لیتا ہے جو کتاب اور سنت سے ظاہر ہو اور جمہور صحابۂ کرام علیہم الرضوان اور تابعین علیہم الرحمہ کا اس پر عمل ہو۔''

اور پھر آگے لکھتے ہیں:

''اور غیر نجات یافتہ ہر وہ فرقہ ہے جس نے سلف (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اور

تابعین رحمہم اللہ) کے عقیدہ وعمل کے خلاف کوئی عقیدہ وعمل اپنالیا ہو۔"

(حجۃ اللہ البالغہ: ج ۱، ص ۱۷۰)

حضرت شاہ صاحبؒ نے کس واضح انداز میں نجات پانے والے اور نجات نہ پانے والوں میں فرق بیان کردیا اور خطِ امتیاز کھینچ دیا ہے۔

ہر بدعت گمراہی اور وہ جہنم کا راستہ ہے:

الغرض اذانوں سے پہلے اور بعد بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام کے بدعت کہنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے کہ

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ. (سنن ابی داؤد: ج ۲، ص ۲۷۹)

ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔"

بعض حضرات نے مثلاً امام سخاوی، علامہ سید احمد طحطاوی رحمہما اللہ تعالیٰ اور اسی طرح دیگر مصری علما نے اپنی صواب دید کے مطابق اسے بدعت حسنہ کہا ہے، مگر کاش! ان کے سامنے آج کل کے مفاسد اور خرابیاں ہوتیں تو وہ کبھی اس کو بدعت حسنہ نہ کہتے، بلکہ یقین کامل ہے کہ وہ اسے بدعت ضلالہ سے تعبیر کرتے۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ سائنس کی ترقی کی بہ دولت لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوں گے اور پھر آواز میلوں میل تک پہنچے گی، نہ تو کوئی مطالعہ اور تلاوت کر سکے گا اور نہ ہی نماز اور سبق پڑھ سکے گا۔ پڑھنے والے اکثر تعصب، ضد اور چڑانے کی خاطر پڑھیں گے اور ان کے اندر اخلاص کی صفت قطعاً نہیں ہوگی۔ یہ نقصانات ان کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوں گا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں خواتین مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتی تھیں، لیکن نہایت شرافت، سادگی اور حیا کے ساتھ۔ بعد میں جب مصر، شام اور ایران وغیرہ فتح ہوئے اور وہاں کی بے باک اور بناؤ سنگار کرنے والی عورتیں مدینہ طیبہ پہنچیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ لیتے تو ان کو ضرور مسجد میں آنے

سے روک دیتے، جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں۔"

(بخاری: ج۱،ص۱۲۰)

یقین کامل ہے کہ اگر یہ بزرگ اس وقت موجود ہوتے تو اس کارروائی کو بدعت حسنہ کے بجائے بدعت ضلالہ کہتے۔

فتاویٰ ذخیرۃ السالکین میں لکھا ہے:

"اذان سے پہلے اور بعد میں درود شریف پڑھنا ان بدعات میں سے ہے جن کا وجود آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں نہ تھا۔" (غایۃ الکلام: ص۱۲۸)

مؤلف مجالس الابرار فرماتے ہیں:

"اہلِ بدعت نے صرف اذان میں راگ ہی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کے بعض کلمات بھی اضافہ کیے ہیں۔ اگر درود شریف قرآن وسنت سے ثابت ہے اور بڑی عمدہ عبادات میں سے ہے لیکن منارے پر اذان کے بعد اس کے پڑھنے کی عادت اختیار کر لینا جائز نہیں، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ میں سے کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ عبادات کو ایسے مقامات پر ادا کریں جہاں شریعت نے نہیں بتایا اور جس پر سلف صالحین نے عمل نہیں کیا۔" (مجالس الابرار: ص۳۰۷)

علامہ ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"(اہلِ بدعت نے) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چار مقامات پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی بدعت ایجاد کی ہے، جس کا وجود سلف صالحین رحمہم اللہ کے زمانے میں نہ تھا اور خیر تو ان کی پیروی ہی میں ہے۔ حالاں کہ یہ بدعت تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے کہ ایجاد ہوئی ہے۔ ان مقامات میں سے ایک طلوع فجر کے وقت روزانہ اور دوسرا جمعہ کی رات کو عشا کی اذان کے بعد درود شریف پڑھنا

ہے۔" (المدخل: ج ۲، ص ۲۴۹)

ان تمام حوالوں سے روزِ روشن کی طرح یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ اذان کے بعد اور اس سے پہلے بلند آواز کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا بدعت ہے۔ اس کی ابتدا رافضیوں کے دور میں ہوئی اور ایسے ظالم حاکم کے ہاتھ پر ہوئی جو بداخلاق، راشی، حرام خور اور انتہائی کمینہ تھا۔ موجودہ صلوٰۃ وسلام کا طریقہ رافضیوں کے سلام کا چربہ ہے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ سلطان صلاح الدینؒ نے رافضیوں کی بدعت کو ختم کر کے اسے رائج کیا۔ آپ اس کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے بڑی بدعت کو ختم کر کے چھوٹی اور ہلکی بدعت اختیار کی، مگر بدعت بہر حال بدعت ہے اور جب بدعت ہوئی تو اس میں حسن کہاں سے آئے گا جسے آپ بدعت حسنہ کہیں؟ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بدعت جب شرعاً مردود ہے تو اس میں حسن کہاں سے پیدا ہوگا۔"

(مکتوبات مجدد الف ثانی: حصہ سوم، مکتوب ۱۸۶، ص ۷۲)

پاکستان میں صلوٰۃ وسلام کی ابتدا:

صلوٰۃ وسلام جو آج کل رائج ہے، بریلوی حضرات پڑھتے ہیں، اس کی ابتدا پاکستان میں کب ہوئی؟ اور کیوں شروع ہوئی؟ اس کے بارے میں مناظر اہلِ سنت حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

"ابتدا اس کی یہ ہے کہ جب مرزائیوں کے خلاف تحریک چلی حکومت نے ہر طرح کے ظلم کیے، مگر یہ تحریک نہ دب سکی، بالآخر ظفر اللہ خاں (یہ مرزائی تھا اور پاکستان کا بدقسمتی سے پہلا وزیر خارجہ تھا) اور مولوی سردار علی (جو سابق وزیر اوقاف صاحب زادہ فضل کریم کا والد ہے) کی فیصل آباد اسٹیشن پر ملاقات ہوئی، ان دونوں کی ملاقات کی خبر اور تصویر اخبار میں بھی آئی تھی۔ ان دونوں کی علاحدہ کمرے میں ملاقات ہوئی۔ ظفر اللہ خاں نے پیسوں کی تھیلی مولوی

سردار علی کو دی۔ ظفر اللہ خاں نے کہا: حکومت ہر طرح کا ظلم کر کے اس تحریک کو دبانا چاہتی تھی، مگر یہ تحریک نہ دب سکی (1) اور میرے ذمے یہ کام ہے کہ اس تحریک کو دباؤں۔ تو آپ سے درخواست ہے کہ آپ ہماری اس تحریک کے سدِ باب میں تعاون فرمائیں۔ ایسی صورت اختیار کریں کہ یہ تحریک متفرق اور اس کی اجتماعیت ختم ہو جائے اور کئی ٹکڑوں میں بٹ جائے اور ان کے درمیان آپس میں اختلاف پڑ جائے اور یہ ناکام ہو جائے۔ چناں چہ ان دونوں کی ملاقات کے بعد جامعہ رضویہ۔ فیصل آباد میں پہلی مرتبہ جمعہ کے دن عصر کی نماز کی اذان میں ۱۹۵۳ء میں مروجہ صلوٰۃ وسلام شروع ہوا تو بریلوی جو تحریک ختم نبوت میں شریک تھے وہ سب نکل گئے، کیوں کہ پھر یہ باور کرایا گیا کہ مرزائی ہی صرف گستاخ رسول نہیں بلکہ دیوبندی بھی گستاخ ہیں۔ کیوں کہ یہ حضرات مروجہ صلوٰۃ وسلام کو بدعت کہتے ہیں۔ تو جتنی جماعتیں اکٹھی تھیں ان سب میں انتشار ہو گیا اور کئی ٹکڑوں میں بٹ گئیں اور پھر ایک مہینے میں پورے ملک کے اندر صلوٰۃ وسلام پھیل گیا۔" (تریاق اکبر بہ زبان صفدر: ص ۴۳۷، ۴۳۸)

حیرت ہے کہ اپنے آپ کو سنی کہلانے والے بدعت پر چل رہے ہیں اور جو لوگ صحیح سنت پر عمل کر رہے ہیں اُلٹا ان کو کوستے ہیں اور وہابی کہتے ہیں۔ نہایت ہی افسوس ہے اس بے بنیاد نظریے پر۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی تحریر فرماتے ہیں:

"حق تعالیٰ سے عاجزی اور زاری کے ساتھ دعا ہے کہ جو چیز دین میں گھڑی گئی ہے اور بدعت جاری کی گئی ہے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے

---

(1) اس تحریک کے نوجوانوں کے جذبۂ شہادت کو دیکھ کر ایک بہت بڑی مرزاین عورت بھی مسلمان ہو گئی تھی کہ ایک شہید ہوتا ہے اس کی جگہ دوسرا آجاتا ہے، وہ بھی شہید ہو جاتا ہے، اسی طرح تیسرا آجاتا ہے، اسی طرح مسلسل سات نوجوان شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائیں۔ صفدر

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں نہ تھیں، اگر چہ وہ چیز روشنی میں صبح کی روشنی کی مانند ہو، اس ضعیف کو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس جماعت میں شامل نہ کرے، جو بدعت کے عمل میں گرفتار اور بدعت کے حسن کے فتنے میں مبتلا ہے۔''

(مکتوبات مجدد الف ثانی: حصہ سوم مکتوب ۱۸۶،ص ۷۲)

یہ یاد رہے کہ جس طرح کسی ثابت شدہ چیز کا کرنا اپنے مقام پر سنت ہے اسی طرح غیر ثابت شدہ چیز کا ترک اور نہ کرنا بھی اپنی جگہ اور اپنے محل میں سنت ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اذان سے قبل اور بعد بلند آواز سے نہ تو صلوٰۃ وسلام پڑھا اور نہ اس کا حکم فرمایا۔ کیوں کہ یہ کام انھوں نے نہیں کیا، اس لیے اب یہ کام ہم نہ کر کے یا اُسے چھوڑ کے انھی کی سنت ادا کریں گے۔ یہ کہنا کہ اُسے چھوڑنے سے کوئی سنت ادا نہیں ہوتی، یہ محض اپنے دل کو بہلانے والی بات ہے۔

چناں چہ حضرت ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں:

''اور پیروی جس طرح کسی کام کے کرنے میں ہوتی ہے، اسی طرح کسی کام کے نہ کیے جانے میں بھی پیروی ہوتی ہے۔ سو جو شخص کسی کام کو اہتمام سے کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہ کیا ہو تو وہ بدعتی ہے۔''

(مرقاۃ: ج۱،ص ۴۱)

ہوسکتا ہے یہ ساری تحریر پڑھنے کے بعد کوئی صاحب یہ کہہ دیں کہ جناب! میں تو اب بھی اذان سے پہلے اونچی آواز میں صلوٰۃ وسلام پڑھوں گا، کیوں کہ میں یہ عمل نبی کی محبت میں کرتا ہوں اور اللہ مجھے میرے اس عمل پر سزا نہیں دے گا۔ تو اُن کے غور و فکر کے لیے ایک واقعہ نقل کر دیتا ہوں، شاید اس سے وہ اپنی ضد کو چھوڑنے کے لیے غور و فکر کر سکیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ سے مروی ہے:

''ایک شخص نے عید کے دن نمازِ عید سے پہلے نفل نماز پڑھنی چاہی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کیا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین! میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا نہ دے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اور میں بالیقین جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر ثواب نہ دے گا جب تک کہ اس فعل کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو یا اس کی ترغیب نہ دی ہو۔ پس تیری یہ نماز فعل عبث (فضول کام) ہوگی اور فعل عبث حرام ہے۔ شاید تجھے اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے سزا دے۔''

(شرح مجمع البحرین، کذا فی الجنۃ: ص ۱۶۵۔ نظم البیان: ص ۷۳)

میرے بھائیو، بزرگو اور دوستو! آپ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایک ایسا عمل کر رہے ہیں جس کا حکم اللہ کے نبی نے نہیں دیا اور یہ شخص تو اللہ کی محبت میں اللہ کی عبادت کرنا چاہ رہا تھا، لیکن ایسے وقت جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہیں فرمایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب اس شخص سے کہہ دیا کہ تیرا عمل فضول ہے اور تجھے اللہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے سزا دے گا تو آپ کس شمار میں ہیں؟

خدارا! اب بھی سنبھل جائیں، دینِ اسلام کسی کے باپ کی جاگیر نہیں کہ جو ہم مناسب یا ٹھیک سمجھیں وہ کرتے رہیں۔ ہمارا دین سوا چودہ سو سال پہلے ہی مکمل ہو چکا تھا۔ اب اس میں کسی نئے طریقے کی عبادت کی ضرورت نہیں، جس پر ہم اللہ سے ثواب کی اُمید کریں۔ یہ ثواب کمانے کے نئے طریقے آپ کو عذابِ جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ اپنے آپ کو بچائیں اور صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے اللہ اور اس کے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کریں، کیوں کہ ان ہی کی خوشنودگی ہمارا مقصدِ حیات ہے اور جنت کی ضمانت بھی۔

باب ②

فقہائے مذاہب اربعہ کے فتاوے

مسجد میں شور شرابا قیامت کی نشانی ہے:

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے پہلے میری امت میں پندرہ خصلتیں عام ہو جائیں گی۔ ان میں ایک نشانی یہ بھی بیان فرمائی کہ

''مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی۔'' (جامع الترمذی: ج ۲، ص ۴۴)

اس حدیث کی شرح میں فقہ حنفی کے مشہور محدث حضرت ملا علی قاری حنفی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارے بعض حضرات علمائے کرام نے صراحت سے فرمایا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا حرام ہے، اگرچہ ذکر کی آواز ہی کیوں نہ ہو۔

(مرقات: ج ۱۰، ص ۱۷۱)

ایک طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث، اس پر فقہائے کرام کی تصریح اور ادھر عاشق رسول اور حنفی ہونے کا دعویٰ کرنے والے بریلوی بدعتیوں کا عمل جو ہر اذان سے پہلے یا بعد میں مسجد کے لاؤڈ اسپیکر میں گلا پھاڑ پھاڑ کر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔

یہ عشق کے دعوؤں کا جھوٹا ڈھونگ ہے جو اہل علم پر خوب واضح ہے۔

مصنف عبدالرزاق کے حوالے سے سند کے ساتھ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسجدوں کو اپنے بچوں اور پاگلوں سے بچاؤ، نیز خرید وفروخت اور جھگڑوں سے بچاؤ اور اس طرح مساجد میں اپنی آوازیں بلند کرنے سے بھی گریز کرو۔'' (مصنف عبدالرزاق: ج ۱، ص ۴۴۲)

ابن تیمیہؒ کا فتویٰ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

''مسجدوں میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے اور مسجد نبوی میں اور بھی سخت ممنوع ہے۔'' (مناسک الحج: ص ۳۶، طبع مصر)

ملا علی قاری حنفیؒ کا فتویٰ:

حضرت علامہ علی ابن سلطان عرف بہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مروجہ صلوٰۃ وسلام کے خلاف تھے، چناں چہ وہ فرماتے ہیں:

''اذان کے بعد اگرچہ ہر مسلمان کو درود شریف پڑھنا چاہیے، مگر آج کل مؤذنوں نے اذان کے بعد زور زور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا شروع کیا ہے، یہ طریقہ بدعت ہے اور پھر مسجد میں اونچی آواز سے اگرچہ ذکر اللہ ہی کیوں نہ ہو ناپسندیدہ ہے۔'' (مرقات شرح مشکوٰۃ: ج ۲، ص ۲۶۱)

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا یہ قول وضاحت کے ساتھ اس بات کو سمجھا رہا ہے کہ اذان کے بعد زور زور سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت ہے۔ حیرت ہے اس بات پر خود کو زور دے کر ''اہلِ سنت والجماعت حنفی'' کہلوانے والے فقہِ حنفی کے مشہور محدث کے قول کے خلاف عمل کر رہے ہیں اور جو اُن کے قول پر عمل پیرا ہیں یعنی اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی انھیں یہ بریلوی ''گستاخ رسول اور وہابی'' کے نام سے بدنام کرتے ہیں؟ اسے کہتے ہیں ''اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔''

علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ حکماً یہ بھی تحریر فرماتے ہیں کہ

''پس جو کارروائی اذان کے بعد اب مؤذن کرتے ہیں کہ بار بار الصلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں، اصل درود شریف پڑھنا تو سنت ہے مگر یہ کیفیت بدعت ہے، کیوں کہ بلند آواز سے ذکر کرنے میں کراہت ہے۔''

(مرقات: ج ۲، ص ۱۶۱)

حافظ ابن الہمام حنفیؒ کا فتویٰ:

حافظ ابن الہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ تلبیہ کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”اس کا مطلب یہ ہے کہ تلبیہ شعائرِ حج میں سے ہے۔ ایسی چیزوں کا طریقہ یہ ہے کہ ان کا اظہار واعلان اور تشہیر کی جائے، جیسے اذان وغیرہ۔ مستحب یہ ہے کہ تلبیہ سے فارغ ہونے کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو معلم خیر ہیں، درود شریف پڑھے، لیکن درود شریف پڑھتے وقت اپنی آواز کو پست رکھے۔“ (فتح القدیر: ج ۲، ص ۱۴۷)

فتاویٰ عالم گیری کا حوالہ:

فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

”اگر کسی واعظ (مقرر) کے پاس کوئی بڑی جماعت ہو جو اکٹھے ہو کر (دادِ تحسین دیتے ہوئے) تسبیح وتہلیل پڑھتی ہوئے آواز بلند کریں تو کوئی حرج نہیں، مگر اخفا (آہستہ پڑھنا) افضل ہے اور اگر وہ جماعت اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تسبیح و تہلیل پر جمع ہو تو آہستہ ہی پڑھے۔ کشتی پر گھبراہٹ کے وقت اور تلواروں کے ساتھ کھیلتے وقت آہستہ ذکر کرنا ہی افضل ہے۔ اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی آہستہ ہی پڑھنا افضل ہے جیسا کہ قنیہ میں ہے۔“

(فتاویٰ عالم گیری: ج ۵، ص ۳۴۹)

اس سے معلوم ہوا کہ تلبیہ تو بلند آواز سے پڑھے، اس لیے کہ شرعاً اس کا اعلان واظہار مقصود ہے۔ فقہا فرماتے ہیں کہ مرد تلبیہ ذرا بلند آواز سے اور عورتیں پست (ہلکی) آواز سے پڑھیں گی، لیکن جب درود شریف پڑھنے کی باری آئے تو پست آواز سے اور آہستہ پڑھے، کیوں کہ اس کا اعلان واظہار مطلوب نہیں ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ بیان کرنے والے دیوبندی نہیں بلکہ ذمے دار فقہائے احناف ہیں۔ فتاویٰ عالم گیری اور فتح القدیر فقہ حنفی کی مستند ترین کتابیں ہیں، جس کا مطالعہ بریلوی علما بھی کرتے ہیں اور روزمرہ کے مسایل میں ان کے مفتی ان سے فتاوے بھی

دیتے ہیں۔ اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں اور یہ مسئلہ صرف فقہائے احناف کے ہاں نہیں بلکہ دیگر فقہائے کرام رحمہم اللہ بھی اس کو صاف لفظوں میں اسی طرح بیان کرتے ہیں، خلاصہ یہ کہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔

علامہ ابن الحاج مالکیؒ کا فتویٰ:

علامہ ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب المدخل میں لکھتے ہیں:

''مؤذنوں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو صلوٰۃ وسلام پڑھنا ایجاد کیا ہے اس سے ان کو منع کیا جائے۔'' (المدخل: ج۱، ص۲۵۵)

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ کا فتویٰ:

علامہ ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''لوگوں نے جمعہ کے وقت سے پہلے جمعہ کی طرف دعوت دینے کے سلسلے میں ذکر اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی جو بدعت ایجاد کی ہے وہ بعض شہروں میں ہے اور بعض میں نہیں ہے، لیکن سلف صالحین کا اتباع سب سے بہتر ہے۔'' (فتح الباری: ج۳، ص۴۵)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے خالص علمی اور تحقیقی زبان میں نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اس کارروائی کو بدعت کہہ کر سلف صالحین رحمہم اللہ کی پیروی کی تلقین فرمائی ہے۔

علامہ بدر الدین حنبلیؒ کا فتویٰ:

علامہ بدر الدین ابو عبد اللہ محمد ابن علی البعلی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور دعا سب کی سب آہستہ افضل ہے بلکہ درود شریف کا بلند آواز سے جہراً پڑھنا بدعت ہے۔ جمعہ کے دن خطیب کے سامنے بلند آواز سے درود

شریف یا (حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام سن کر) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ بلند آواز سے پڑھنا بالاتفاق مکروہ یا حرام ہیں۔ بعض یہ فرماتے ہیں کہ آہستہ پڑھے (یعنی دل میں) اور بعض فرماتے ہیں کہ بالکل خاموش رہے۔''

(مختصر الفتاویٰ المصریہ: ص ۹۲)

گھر کو آگ لگی گھر کے چراغ سے .....

بریلویوں کے گھر کی گواہی

یہاں ہم بریلوی حضرات کے معتبر اور وقیع ماہ نامہ ''انوار الصوفیہ'' قصور (جس کے مؤسس پیر جماعت علی شاہ ہیں) سے ایک سوال اور اس کا جواب نقل کر رہے ہے، جس سے اس ہنگامے کا رد خود اسی گھرانے سے ہو رہا ہے۔

سوال: آج کل ہم اہلِ سنت والجماعت کی تمام مساجد میں بہ آواز بلند اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام چند بار پڑھتے ہیں اور بعض مؤذنین صلوٰۃ وسلام سے بھی پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ اور آیت اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یا کوئی اور آیت پڑھتے ہیں اور پھر صلوٰۃ وسلام اور پھر اذان پڑھتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب: اذان سے قبل اعوذ پڑھنا مشروع نہیں ہے۔ اس کا حکم قرآن شریف کی تلاوت کے ساتھ مخصوص ہے۔ یعنی جب قرآن شریف پڑھنا چاہو تو اعوذ پڑھ لو اس کے سوا کسی چیز سے پہلے پڑھنے کا حکم نہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر نیک کام کے اول پڑھنا باعث برکت ہے، لیکن اونچی آواز سے اور مزید برآں لاؤڈ اسپیکر میں پڑھنا فضول ہے۔ آہستہ سے پڑھنا کافی ہے۔ قرونِ اولیٰ میں بلکہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے قبل کہیں بھی اذان میں اونچی آواز سے بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا معمور نہیں ہے۔ ایسے ہی اونچی آواز سے بالالتزام صلوٰۃ وسلام اذان سے قبل پڑھنا اور اس کو عادت بنانا بھی مشروع نہیں ہے۔ دراصل یہ زوایدِ وہابیوں اور دیوبندیوں کی

ضد سے یا نعت خواں قسم کے موذنین نے پیدا کیے ہیں۔ ازمنہ سابقہ میں سب قارئین جانتے ہیں کہ اذان اس زوائد سے خالی ہوتی تھی۔ اگر ہمارے علما عوام کی تائید میں کہ اب وہ اس راستے پر چل پڑے ہیں غور وفکر سے اس کو جائز ثابت کر بھی دیں تو صرف جائز ہی ہوگا۔ مستحب یا مندوب یا افضل نہیں ہوگا۔ باقی رہ گئی یہ بات کہ اس پر ثواب بھی ہوگا یہ بات تب ہو کہ وہ مستحب ہو۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے اس کی بابت پوچھا گیا تو انھوں نے لکھا کہ اذان کے بعد جب جماعت کا وقت ہو کسی شخص یا موذن کا بہ طور تصویب کے سلام وصلوٰۃ پڑھنا بہتر ہے۔ یعنی اذان کے بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی وجہ ہوسکتی ہے، مگر اذان کے اول کوئی وجہ وجیہہ بلا نکیر نہیں ہے اور اس رسم کو جو اسلام میں معمور نہیں تھی جہلا بڑھاتے چلے جا رہے اور علمائے کرام خاموش ہیں۔ پتا نہیں کیوں؟ یہ عظیم المیہ ہے۔ بہ لفظہٖ (ماہ نامہ انوار الصوفیہ، ماہِ جنوری ۱۹۷۸ء، شمارہ نمبر ۴)

اگر بریلوی مکتب فکر کے ہنگامہ پسند افراد اس فتوے کو پڑھیں گے تو شاید پیر جماعت علی شاہ اور ان کے اس فتوے کے متبعین کافر قرار پائیں گے۔ اور کیا احمد رضا خان صاحب کی بات بھی نہیں مانیں گے؟ اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ وسلام کے ہنگامے اور فساد، شور شرابے سے ایک بات بڑی واضح طور پر یہ معلوم ہو رہی ہے کہ دین کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیوں؟ ذرا غور فرمایے! صلوٰۃ وسلام کے الفاظ بریلویوں کی کسی بھی مسجد کے ایک جیسے نہیں ہیں۔ کہیں کوئی لفظ بلکہ الفاظ کا ہجوم ہے اور کہیں بالکل سادہ الفاظ۔ کوئی ایک مرتبہ پڑھتا ہے کوئی آدھے درجن مرتبہ۔ کوئی پہلے پڑھتا ہے کوئی بعد میں۔ اور بعض بریلوی مساجد میں پڑھا ہی نہیں جاتا۔ اگر یہ مستحب، سنت یا واجب ہوتا تو الفاظ ایک جیسے ہوتے۔ پڑھنے کی مقدار ایک ہوتی، پہلے یا بعد میں پڑھنا متعین ہوتا، پوری دنیائے اسلام میں پڑھا جاتا وغیرہ۔

نماز، اذان اور دیگر عبادتیں ایک جیسی ہوتی ہیں۔ فجر کے فرض دو ہوتے ہیں، کہیں تین یا چار نہیں ملیں گے۔ یہ اس کے اصل دین ہونے کی بہت بڑی نشانی ہے۔

اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

ان صاف اور صریح حوالوں سے یہ بات عرض کی جاچکی ہے کہ بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت ہے، لیکن اہلِ بدعت اور خواہشِ نفسانی کی پیروی کرنے والوں کو مسلمانوں کے اجماع واتفاق سے کیا واسطہ؟ اور ان کو نصوص قطعیہ صریحہ سے کیا لگاؤ؟ ان کو کتب فقہ حنفی کی واضح عبادات سے کیا تعلق اور سروکار؟ ان کو تو نت نئی بدعات گھڑ کے اپنے پیٹ کے دوزخ کے لیے ایندھن مہیا کرنا ہے اور گروہ بندی کو برقرار رکھنے کے لیے بجائے اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے عوام الناس کو اپنی کارگذاری بتانا ہوتی ہے۔

باب ③

تاریخِ میلاد

اس میں شک وشبہ کی ادنا گنجائش بھی نہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت اور عقیدت عین ایمان ہے۔ آپ کی پیدائش سے لے کر وفات تک زندگی کے ہر شعبے کے صحیح حالات وواقعات اور آپ کے اقوال وافعال کو پیش کرنا اللہ کی رحمت کا باعث ہے۔ ہر مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ آپ کی زندگی کے حالات معلوم کرے اور ان کو مشعلِ راہ بنائے۔ سال کے ہر مہینے میں، مہینے کے ہر ہفتے میں، ہفتے کے ہر دن میں، دن کے ہر گھنٹے میں اور گھنٹے کے ہر لمحے میں کوئی وقت ایسا نہیں جس میں آپ کی زندگی کے حالات وواقعات سننا اور بیان کرنا منع ہو اور نہ ہی اس بات پر کسی کا اختلاف ہے۔

اختلاف تو اس بات پر ہے کہ ربیع الاوّل کی بارھویں تاریخ کو مقرر کر کے اس میں میلاد منانا، محفل اور مجلس منعقد کرنا، جلوس نکالنا یا اس دن کو مخصوص کر کے فقرا اور مساکین کو کھانا کھلانا وغیرہ کیا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ خیر القرون سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو کسی مسلمان کو اس سے اختلاف کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ کیوں کہ جو کچھ انھوں نے کیا یا جس عمل کو انھوں نے چھوڑا وہی دین ہے اور اس کی مخالفت کرنا بے دینی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد تئیس سال مسلمانوں میں موجود رہے، پھر تیس سال خلافتِ راشدہ کے گزرے اور پھر ۱۱۰ھ تک حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دور رہا۔ کم وبیش دو سو بیس سال تک تابعین رحمہم اللہ کا زمانہ تھا۔ عشق ان میں کامل تھا، محبت ان میں زیادہ تھی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام اور تعظیم ان سے بڑھ کر کون کر سکتا ہے؟ اگر کوئی ثابت کر دے کہ ان حضرات کے دور

میں ''جشن عید میلاد النبی'' منایا جاتا تھا تو بس — یہ بحث یہیں ختم ہوئی — لیکن اگر کوئی ثابت نہ کر سکے اور یقین جانیے قیامت تک کوئی ثابت کر بھی نہیں پائے گا تو سوال یہ ہے کہ پھر یہ عمل بدعت ہوا کہ نہیں؟ بدعت اور بدعتی کے متعلق آپ نے بہت کچھ سنا اور پڑھا ہوگا۔

آج جو لوگ جشن عید میلاد النبی کے فواید و برکات اور ثواب بتاتے ہیں وہ اتنے سمجھ دار ہو گئے ہیں کہ یہ فواید ❶ اور برکات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کو تو نظر نہیں آئے لیکن انھیں نظر آ گئے۔ میلاد کرنے والوں کو کیا دین کی اُن سے زیادہ سمجھ ہے؟ (معاذ اللہ)۔ یا یہ کہ یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت نہیں کرتے تھے جتنی یہ میلاد کرنے والے کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

اگر ایسا نہیں ہے تو میلاد کرنے کے جتنے فواید و برکات اور ثواب بتائے جاتے ہیں وہ سب بے کار کی باتیں ہیں۔ بدعت، لہو ولعب اور ایمان کے ساتھ ساتھ مال کا ضیاع ہے۔ جو کچھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اہلِ خیر القرون نے کہا اور کیا فقط وہی دین ہے۔

یہ یاد رہے کہ محفلِ میلاد یا مجلسِ میلاد اور چیز ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نفسِ ذکر ولادت باسعادت اور چیز ہے۔ پہلی بدعت اور دوسری مستحب اور ثواب کا باعث بلکہ ہماری ضرورت ہے۔ یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں اور ان دونوں میں کوئی معمولی سا فرق نہیں بلکہ زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اس بات کے واضح ہو جانے کے بعد کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرنا ثواب اور جشن عید میلاد النبی منانا، اس میں ناچنا اور بدنظری کرنا بدعت اور

---

❶ کیسے کیسے فواید بتلائے جاتے ہیں کہ ۱۲ ربیع الاوّل کو جو خوشی منائے گا سال بھر سکون وراحت سے رہے گا، لیکن مشاہدہ یہ ہو رہا ہے کہ جتنا ۱۲ ربیع الاوّل کا فراڈ سر اٹھا رہا ہے اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ نحوست ہر سال پوری پاکستانی قوم پر بالخصوص آ رہی ہے۔ (شریفی)

بدترین گناہ ہے۔ کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا پتا ہمیں احادیث سے چلتا ہے اور احادیث ہم تک صحابہ رضی اللہ عنہم نے پہنچائی ہیں۔ یعنی سیرت کا بیان تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے ہی ہوتا چلا آ رہا ہے، لیکن یہ میلاد کا سلسلہ کس نے شروع کیا؟

مجلسِ میلاد کا پہلا بانی:

مجلسِ میلاد کے بانی کے طور پر جس کا نام لیا جاتا ہے اور اسے مخالفین وموافقین سب نے تسلیم کیا ہے وہ عمر ابن ملا محمد موصلی ہے۔ جس نے تقریباً ۶۰۴ھ میں دنیا میں سب سے پہلے ملک عراق کے شہر موصل میں مجلسِ میلاد کو ایجاد کیا، جس کا ذکر شارح صحیح مسلم حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ حافظ الحدیث امام ابو محمد عبدالرحمٰن ابن اسماعیل المعروف بہ ابی شامہ رحمہ اللہ نے کتاب ''الباعث علی ازکار البدع والحوادث'' میں اور پھر غالباً ان ہی کی پیروی کرتے ہوئے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علامہ محمد ابن علی یوسف دمشقی شامی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ''سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد'' مشہور بہ ''سیرت شامی'' میں کیا ہے اور بتایا ہے کہ سب سے پہلے مجلسِ میلاد عمر ابن محمد نے موصل میں کیا اور اس کی پیروی سلطان اربل نے کی۔ پھر تقریباً ان کے بعد آنے والے تمام لوگوں نے غالباً ان ہی سے اور ایسا ہی نقل کیا۔ چناں چہ مفتی سعد اللہ کا قول مولوی عبدالحق مہاجر مکی نے اپنے رسالہ ''الدر المنظم فی حکم عمل مولد النبی الاعظم'' میں نقل کیا ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ مجلسِ میلاد کو ربیع الاول کے مہینے میں کرنے والا پہلا شخص عمر تھا، جس نے ملک عراق کے شہر موصل میں اسے ایجاد کیا۔ مولوی محمد اعظم نے ''فتح الودود'' میں یہی بات لکھی ہے کہ مجلسِ میلاد کا پہلا بانی عمر ابن ملا محمد موصلی ہے۔

غرض آغاز اسلام سے چھ سو برس بعد مجلسِ میلاد کو جس نے سب سے پہلے ایجاد کیا وہ عمر ابن محمد تھا اور جس مقام پر ایجاد کیا وہ ملک عراق کا شہر موصل تھا۔

مجلسِ میلاد کے بانی کے احوال:

عمر ابن محمد موصلی کا شمار نہ مجتہدین میں ہے نہ محدثین میں، نہ فقہا میں اور نہ ہی متکلمین میں، بلکہ سچ یہ ہے کہ وہ اپنے علمی اور تحقیقی مقام کے لحاظ سے ایک مجہول الحال (نامعلوم، جس کا کچھ اتا پتا نہ ہو) آدمی ہے۔ اس کا کارنامہ جس کی وجہ سے اس کا ذکر بعض کتابوں میں مل جاتا ہے بس یہی میلاد ایجاد کرنا ہے اور اس کا اتنا ذکر اور چرچا بھی حقیقت میں سلطان اربل کے طفیل ہوا، اس نے مجلسِ میلاد کرنے میں اس کی اقتدا کی، ورنہ آج کوئی اس کا نام تک نہ جانتا۔

بہر حال بہت سے اکابر علما نے اس پر سخت تنقیدیں کی ہیں۔ چناں چہ علامہ تاج الدین فاکہانی رحمتہ اللہ علیہ نے رسالہ ''المورد فی الکلام مع عمل المولد'' میں لکھا ہے:

> ''مولود کو نکالا ہے بطالوں (یعنی بہت ہی جھوٹے مکار اور نکمے لوگ)، غلط کاروں نے، خواہش نفس نے اور اس کا اہتمام کیا ہے شکم پروروں (یعنی پیٹ پوجا کرنے والے، پیٹ بھرنے والوں) نے۔''

صاحب ''توضیح المرام فی بیان المولد والقیام'' نے بلاحوالہ نقل کیا ہے کہ

> ''مجلسِ میلاد کو بادشاہ اربل اور عمر ابن ملا محمد نے ایجاد کیا ہے۔ یہ دونوں اہلِ شریعت کے نزدیک ثقہ اور معتبر نہیں ہیں، کیوں کہ یہ دونوں گانا باجا سنتے تھے بلکہ بادشاہ اربل تو ناچتا بھی تھا❶۔'' (حصہ ششم)

صاحب ''قرۃ العیون'' نے یہ لکھا ہے:

> ''اور یہ بات بہ خوبی ظاہر و باہر ہے کہ یہ مجلسِ میلاد مذکور بعد قرونِ ثلاثہ کے اہلِ بدعت نے ایجاد کی ہے۔'' (ج ۱، ص ۴۸)

پھر آگے چل کر عمر اور سلطانِ اربل دونوں کے متعلق مع حوالہ صاف ظاہر کر دیا کہ

> ''اور ظاہر ہے کہ اس مجلسِ میلاد کا موجد عمر اور ملک مظفر ابو سعید ہیں اور ان کا

---

❶ شاید اسی لیے نام نہاد ''اہلِ سنت'' میلاد میں رقص و سرود سے فرحت یاب ہوتے ہیں، تاکہ بانیان میلاد کو بھی ثواب کا تحفہ جائے۔

بہت بڑا جھوٹا ہونا اور اعلانیہ گناہ کرنا عبداللہ ابن اسعد الیافعی الشافعیؒ صاحب ''مراۃ الجنان'' کے قول سے واضح اور ثابت ہے۔'' (قرۃ العیون: ج۱، ص۵۰)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر ابن محمد اہلِ علم کے نزدیک بہت غلط قسم کا آدمی تھا۔

مجلسِ میلاد کا پہلا مروج:

اہلِ اسلام چھ سو برس تک جس مجلسِ میلاد سے قطعاً ناآشنا تھے، بہ ظاہر بعض کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ایجاد کرنے والے (موجد) عمر ابن محمد اور سلطان اربل دونوں تھے۔ جیسے مولف قرۃ العیون کی عبارت ابھی اوپر گذری ہے اور بعض کی تحریرات سے پتا چلتا ہے کہ پہلے سلطان اربل نے اسے ایجاد کیا تھا۔ چناں چہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ''حسن المقصد فی عمل المولد'' میں لکھا ہے کہ

''سب سے پہلے مولود کیا ابن مظفر ابوسعید ابن زین الدین ابن علی نے، جو بڑے بادشاہوں میں سے تھا۔''

بعض کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اول موجد عمر ابن محمد تھا اور سلطان اربل نے مجلسِ میلاد منعقد کرنے میں اس کی پیروی کی تھی۔ جیسا کہ علامہ ابوشامہ اور صاحب سیرۃ شامی میں تحریر کیا ہے کہ

''بادشاہ اربل نے مولود میں عمر ابن محمد کی پیروی کی تھی۔''

ہمارے نزدیک یہ آخری بات ہی صحیح ہے۔ اصل میں اسے ایجاد تو عمر ابن محمد نے کیا، لیکن اس کی اقتدا میں اس کو رواج اور شہرت بادشاہ اربل نے دی۔

معزالدین حسن خوارزمی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

''بادشاہوں میں سلطان اربل پہلا بادشاہ ہے جس نے مولود ایجاد کیا۔''

بریلوی مولوی عبدالسمیع ❶ لکھتے ہیں:

---

❶ رام پوری کے بریلوی ہونے سے انکار: مولوی عبدالسمیع رام پوری کی کتاب انوار ساطعہ پر احمد رضا بریلوی نے تقریظ و تصدیق لکھی ہے، جس میں فاضل بریلوی نے عبدالسمیع رام پوری صاحب کے نہ صرف ایمان بلکہ علم و فضل، تقویٰ و طہارت کی بھی شہادت دی ہے۔

”اور بادشاہوں میں اول بادشاہ ابوسعید مظفر نے مولود شریف خصوصیت کے ساتھ ربیع الاول میں مقرر کردی۔ غرض کہ اس بادشاہ نے شیخ عمر مذکور کی پیروی اس فعل میں کی۔“ (انوار ساطعہ: ص ۱۶۰)

مروج میلاد کے احوال:

بادشاہ اربل کے بارے میں ابن خلکان کی ”وفیات الاعیان“ اور ”کامل ابن اثیر“ وغیرہ تاریخی کتابوں میں اس کا تفصیل سے ذکر ہے۔ اس کا نام کوکبوری یا کوکیری یا کوکری اور لقب ملک معظم مظفر الدین تھا، ابوسعید کنیت تھی۔ ملک عراق کے قلعۂ موصل میں رات کے وقت ۲۷ محرم ۵۴۹ھ/ ۱۳ر اپریل ۱۱۵۴ء کو پیدا ہوا۔ ۱۰ر رمضان ۶۳۰ھ/ ۲۰ر جون ۱۲۳۳ء کو انتقال ہوا۔

پہلے قلعۂ اربل میں دفن کیا گیا، پھر حسب وصیت ایک سال بعد ۶۳۱ھ/ ۱۲۳۴ء میں اس کا جنازہ مکۂ مکرمہ روانہ کیا گیا، وہاں اس نے عرفات کے نیچے اپنی زندگی میں ہی اپنے دفن ہونے کے لیے ایک قبہ بنوا رکھا تھا، مگر کسی وجہ سے جنازہ مکۂ معظّمہ تک نہ پہنچ سکا اور لوگوں نے واپسی میں مشہد کے قریب کوفہ میں سپرد خاک کردیا۔

مورخین نے بادشاہ اربل کی زندگی کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور اس کے وہ حالات بھی بیان کردیے ہیں جن سے اس کا غیر ثقہ (غیر معتبر) ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ چناں چہ بعض حوالے ملاحظہ ہوں:

➤ چناں چہ وہ اپنی تصدیق میں لکھتے ہیں کہ

”الحاصل! دو فوجیں جنھوں نے منکرین کو ٹھکانے لگایا، ان میں سے اس زمانے میں ایک ہمارے دینی بھائی ہیں، بزرگی اور رُتبہ والے، صاحب عقل، محکم و علم وسیع مولوی عبدالسمیع اللہ ان کو بچائیو ہر شنیع سے، میں نے دیکھے ان کے پاکیزہ کلام مثل رفع الاوہام، رحمۃ القلوب وانوار ساطعہ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔“ (انوار ساطعہ: ص ۲۷۸)

دوسرے غلام رسول سعیدی نے ”اعلیٰ حضرت کے فقہی مقام“ میں رام پوری صاحب کا دفاع کیا ہے۔ اس کے باوجود بھی بریلوی انکار کرتے ہیں کہ ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں تھا۔“

میلاد کو رواج دینے والا غیر مقلد تھا:

① علامہ احمد ابن محمد مالکی مصری رحمہ اللہ اپنی کتاب ''قول معتمد'' میں نقل کرتے ہیں کہ معزالدین حسن خوارزمی نے اپنے تاریخ میں لکھا ہے کہ

''سلطان اربل فضول خرچ بادشاہ تھا، اپنے وقت کے علما کو حکم دیتا تھا کہ خود اپنے قیاس واجتہاد پر عمل کریں اور دوسرے کی تقلید یا مذہب پر نہ چلیں۔ حتیٰ کہ علما کی ایک جماعت اور فضلا (مولویوں) کا ایک گروہ ترکِ تقلید کی طرف مائل ہوگیا ❶۔''

اس سے دو باتیں صاف معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ سلطان اربل فضول خرچ تھا اور دوسرا یہ کہ وہ تقلید آئمہ کا مخالف تھا، تب ہی تو دوسروں کو ترکِ تقلید کا حکم دیتا تھا۔ یعنی اگر کوئی شخص فقہ کے کسی مسئلے میں کسی امام کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتا ہے جیسے حنفی حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرتے ہیں تو وہ بادشاہ کہتا تھا کہ انھیں چھوڑو، خود جو سمجھ آئے وہ کرو۔ ان کی پیروی اور ان کی تقلید نہ کرو۔

② سبنا ابن جولان نے تاریخ ''مراۃ الزماں'' میں لکھا ہے کہ سلطان اربل ''ظہر سے عصر تک (نام نہاد) صوفیوں کے لیے مجلسِ سماع کرتا تھا اور ان کے ساتھ خود بھی ناچتا تھا ❷۔''

ابن خلکانؒ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع مع المزامیر (یعنی قوالی وہ بھی باجوں اور طبلوں کے ساتھ) ہوتا تھا، جو کہ حرام ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

③ ابن خلکان اربلی شافعیؒ نے ''وفیات الاعیان'' میں اپنے ہم وطن وہم عصر سلطان اربل اور اس کی مجلسِ میلاد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ طبقہ جو مجلسِ میلاد کا حامی تھا ہر طبقے میں ایک ایک جماعت گانے، خیال اور ملاہی والوں کی

---

❶ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بریلوی اس زمانے کے غیر مقلدین کی تقلید کرتے ہیں۔

❷ اسی لیے بریلوی نام نہاد صوفیا اپنے مریدوں اور مریدنیوں سے برہنہ رقص کراتے ہیں۔

بیٹھتی تھی۔ (یعنی قوال اور اس کے ہم نوا جو ساز بجاتے، تالیاں پیٹتے اور آوازیں نکالتے)۔

''مجلسِ میلاد کے دو دن رہ جاتے تو سلطان طبلوں، گویوں، ملاہی وغیرہ راگ باجے کی قسم کے بے شمار سامان نکلواتا۔ شبِ میلاد میں قلعے میں بعد مغرب سے گانا کراتا اور اس کو گانے کے سوا دوسری چیز میں مزہ نہیں ملتا تھا۔''

غرض سلطان اربل فضول خرچ تھا، طبلوں اور باجوں کے ساتھ گانے سنتا تھا، تقلید آئمہ کا مخالف اور غیر مقلد تھا، غلط کار اور غیر ثقہ تھا۔

میلاد پر تین لاکھ خرچ:

حضرت امام احمد ابن محمد مصری مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

''وہ (میلاد کو مروج کرنے والا) ایک مسرف (فضول خرچ) بادشاہ تھا، علماے زمانہ سے کہا کرتا تھا کہ وہ اپنے استنباط اور اجتہاد پر عمل کریں اور غیر کے مذہب کی پیروی نہ کریں۔ حتیٰ کہ (دنیا پرست) علما اور فضلا کی ایک جماعت اس کی طرف مائل ہوگئی۔ وہ ربیع الاوّل میں میلاد منعقد کیا کرتا تھا۔ بادشاہوں میں وہ پہلا شخص ہے جس نے یہ بدعت گھڑی ہے۔'' (القول المعتمد فی عمل المولد)

نیز مسرف بادشاہ بیت المال اور رعایا کی لاکھوں کی رقم اس بدعت اور جشن پر صرف کر دیتا تھا۔ چناں چہ حضرت علامہ ذہبی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

''وہ ہر سال میلاد پر تقریباً تین لاکھ رُپیہ خرچ کیا کرتا تھا۔''

(دول الاسلام: ج۲، ص۱۰۳)

سبط ابن جوزی نے تاریخ ''مراۃ الزماں'' میں لکھا ہے کہ

''جو لوگ سلطان اربل کے یہاں میلاد میں اس کے دستر خوان پر شریک ہوتے تھے ان کا بیان ہے کہ دستر خوان پر پانچ ہزار بکرے، دس ہزار مرغ، سو گھوڑے، تیس ہزار قاب حلوے کی ہوتی تھیں۔ بہت سے عالم اور صوفی مدعو ہوتے تھے۔ صوفیوں کے لیے ظہر سے عصر تک گانا ہوتا تھا، جس میں ان کے ساتھ

سلطان اربل خود بھی ناچتا تھا۔ ہر سال اس محفل میں تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔
علما اور صوفیا جو حاضر محفل ہوتے تھے ان کو انعام و اکرام سے خوش کرتا تھا۔''

مولود یا نعت کی کتاب کا پہلا مصنف:

جس مصنف نے مولود کی سب سے پہلی کتاب لکھی تھی اس کا نام ابوالخطاب عمر ابن حسن ابن دحیہ کلبی اندلسی بلسنی ہے۔ وہ ۵۴۴ھ/ ۱۱۴۹ء میں پیدا ہوا۔ بڑے ہو کر طلب علم کے لیے اکثر شہروں کا سفر کیا۔ بہ قول ابن خلکانؒ کے وہ اپنے وقت کے مشہور عالم تھے۔ قاہرہ میں ۶۲۱ھ میں جو دارالحدیث بنا تھا اس میں ابن دحیہ کسی وقت شیخ بھی تھے۔ کتاب ''مستوفی'' — کہتے ہیں کہ ان ہی کی تصنیف ہے، جس میں اسمائے النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے۔ انھوں نے مولود کی جو کتاب لکھی تھی حسب تحریر ابن خلکانؒ اس کا نام ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' ہے۔ بعض نے ''التنویر فی مولد البشیر والنذیر'' بھی لکھا ہے۔ ابن دحیہ نے یہ کتاب اس وقت لکھی تھی جب کہ ۶۰۴ھ میں وہ خراسان جاتے ہوئے یہ سن کر اربل آئے کہ سلطان کو مجلسِ میلاد سے عشق ہے۔ سلطان تک رسائی پیدا کی، کتاب لکھ کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کی اور خود پڑھ کر سنائی۔ سلطان اربل نے خوش ہو کر ایک ہزار دینار یا اشرفی اُسے انعام میں دی۔ اس واقعے کو اکثر مورخین نے لکھا ہے اور ان سے مجوزین (جائز کہنے والے) مجلسِ میلاد نے نقل بھی کیا ہے۔ چناں چہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ ''حسن المقصد'' میں لکھتے ہیں کہ

> ''شیخ ابوالخطاب ابن دحیہ نے میلاد رسول میں ایک کتاب لکھی اور اس کا نام التنویر فی مولد البشیر والنذیر رکھا۔ بادشاہ نے اس کے صلے میں اسے ایک ہزار دینار دیے۔ ابن دحیہ عرصے تک اربل میں رہے اور ۶۳۰ھ میں اس حال میں انتقال کیا کہ وہ اہلِ فرنگ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، شہر عکاسہ میں۔''

مشہور بریلوی عالم مولوی عبدالسمیع نے اپنی کتاب ''انوار ساطعہ'' اور مولوی محمد اعظم نے اپنی کتاب ''فتح الودود'' میں اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ مولود کی پہلی کتاب ابن دحیہ نے لکھی، جس کا نام ''التنویر فی مولد السراج المنیر'' تھا، جو اس نے ۶۰۴ھ

میں لکھی اور سلطان اربل کی خدمت میں پیش کر کے ایک ہزار اشرفی حاصل کی۔

مصنف کا تعارف:

ابن دحیہ کے مختصر احوال اوپر لکھا جا چکے ہیں، جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ عالم تھے، ادیب تھے، مورخ تھے، مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ مانعین انھیں غیر ثقہ کہتے ہیں۔ چناں چہ مولوی عبدالسمیع بریلوی اس کی شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

> ''منکرین لوگ اس عالم محدث کو بھی بابت مولود شریف لکھنے اور پڑھنے کے دشمن جانتے ہیں اور ان کی برائی لکھتے ہیں۔ حالاں کہ کتب معتبرہ میں ان کی تعریف مندرج ہے۔'' (انوار ساطعہ: ص۱۶۲)

حالاں کہ ابن دحیہ کی برائی کرنے والے اس لیے ان کی مذمت نہیں کرتے کہ وہ مولود لکھتے اور پڑھتے تھے، بلکہ وجہ اس برائی کی یہ ہے کہ مورخین اور اصحابِ رجال نے ان کی مذمت کی ہے۔

چناں چہ ان میں سے بعض کے اقوال ملاحظہ ہوں:

① علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ ''میزان الاعتدال'' میں لکھتے ہیں کہ

> ''عمر ابن حسن ابن دحیہ اندلسی محدث، نقل میں متہم رہے۔''

یعنی اس پر نقل کا الزام ہے۔ آگے مزید لکھتے ہیں کہ

> ''میں کہتا ہوں کہ ابن دحیہ کی کتابوں میں ایسی چیزیں ہیں کہ جو اس پر عیب لگاتی ہیں، تصحیح وتصنیف کے قبیل سے۔''

یعنی اس کی کتابوں میں ایسی باتیں موجود تھیں جو اس پر عیب لگاتی تھیں اور وہ باتیں بہت زیادہ تھیں۔ جسے ٹھیک کر لینا چاہیے تھا۔

② علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے حافظ ابوبکر ابن عبدالغنی رحمہ اللہ مشہور بہ ابن النقطہ حنفی بغدادی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

> ''ابن دحیہ معرفت اور بزرگی کے ساتھ مشہور تھا، مگر بعض ایسی چیزوں کا دعویٰ

کیا کرتا تھا جن کی کچھ اصل اور حقیقت نہیں ہے۔"

③ حافظ ضیاء مقدسیؒ نے فرمایا:

"مجھے اس کا حال اچھا لگتا ہے، لیکن وہ آئمہ کو بہت برا کہتا تھا۔ یہ بات اس کی مجھے اچھی نہ معلوم ہوئی۔"

④ حافظ ضیاء کو علامہ ابراہیم سنہوریؒ نے خبر دی کہ

"بے شک مشائخ مغرب نے ابن دحیہ کی جرح میں تصنیف لکھی ہے۔"

یعنی مغرب کے مشائخ (بزرگوں) نے کوئی کتاب لکھی تھی جس میں اس کی غلطیوں کے بارے میں سوالات کیے گئے تھے۔ اس کے بعد حافظ ضیاءؒ پھر خود اپنا مشاہدہ لکھتے ہیں:

"پھر میں نے ابن دحیہ سے بہت سی وہ چیزیں دیکھیں جو اس کی جرح وتصنیف پر واقعی دلالت کرتی تھیں۔"

یعنی حافظ ضیاءؒ نے خود بھی ابن دحیہ میں غلط باتیں دیکھیں۔

⑤ حافظ ابن حجر عسقلانی حافظ ابوالحسن ابن المفصل رحمہما اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ

"ابن دحیہ ظاہری المذہب (غیر مقلد) تھا۔ ائمہؒ اور علمائے سلفؒ کو بہت برا کہتا تھا۔ اس کی زبان خبیث تھی، وہ احمق، سخت مغرور اور امور دین میں کوتاہ نظر اور تہاون تھا (یعنی دینی امور کو معمولی باتیں سمجھتا تھا)۔"

⑥ علامہ ابن عساکرؒ نے اپنی کتاب "رجال" میں لکھا ہے:

"ابن دحیہ اچھا شاعر تھا مگر روایت میں متہم تھا، کیوں کہ وہ بہت روایت کیا کرتا تھا۔ (یعنی جھوٹے قصے بہت سناتا تھا)۔"

⑦ ابن نجار نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے:

"میں نے لوگوں کو ابن دحیہ کے کاذب وضعیف (جھوٹی اور بے بنیاد باتیں کرنے والا) ہونے پر متفق پایا اور اس پر کہ وہ ان حدیثوں کے سننے کا دعویٰ

کرتا تھا جن کو اس نے نہیں سنا تھا اور ان لوگوں سے ملاقات بیان کرتا تھا جن سے نہیں ملا تھا اور اس کی نشانیاں اس پر ظاہر تھیں۔"

⑧ پھر ابن نجارؒ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ

"مجھ سے بعض علمائے مصر نے اور ان سے حافظ ابوالحسن ابن الفضلؒ نے جو آئمہ دین میں سے تھے، بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ دربار عام میں بادشاہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، اس نے ایک حدیث سنانے کی فرمایش کی، میں نے سنادی۔ پھر پوچھا یہ حدیث کس نے روایت کی ہے؟ مجھے اس وقت سند یاد نہ تھی، اس لیے لاعلمی ظاہر کی۔ جب وہاں سے واپس چلا تو راستے میں ابن دحیہ ملا اور کہنے لگا کہ تم نے اپنی طرف سے حدیث کی کوئی سند بنا کر کیوں نہ بیان کردی؟ بادشاہ اور حاضرینِ مجلس کیا جانیں کہ سند صحیح ہے یا نہیں؟ بادشاہ تم کو بڑا عالم سمجھتا اور اس سے تمھیں نفع حاصل ہوتا۔ یہ سن کر مجھے یقین ہوگیا کہ ابن دحیہ بڑا جھوٹا اور دین کے کاموں کو نہایت ہلکا جاننے والا ہے۔"

⑨ علامہ جلال الدین سیوطیؒ "تدریب الراوی شرح تقریب النواوی" میں فرماتے ہیں کہ

"ایک قسم کے وضاعین (کمینے) وہ ہیں کہ اپنی عقل سے فتوے دیتے ہیں، جب دلیل مانگی جاتی ہے تو اپنی طرف سے حدیث بناتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ابن دحیہ بھی ایسا ہی کیا کرتا تھا اور شاید اسی نے مغرب کی نماز قصر [1] پڑھنے کی حدیث بنائی تھی۔"

دیکھیے! ابن دحیہ پر یہ سخت تنقید کرنے والے علامہ ذہبی، حافظ ابن نقطہ، حافظ ضیاء، ابراہیم مشہودی، صاحب فتح الباری، حافظ ابن حجر عسقلانی، حافظ ابوالحسن، ابن عساکر، ابن نجار اور علامہ سیوطی رحمہم اللہ ہیں۔ جو نئے نہیں بلکہ پرانے ہیں۔ جن کی کتابوں پر دیوبندی، بریلوی اور غیر مقلدین بھی اعتماد کرتے ہیں۔ اور جھوٹے نہیں

---

[1] حالاں کہ قصر صرف چار رکعت والی نمازوں میں ہوتی ہے۔

بلکہ با اعتماد اور بڑے علما ہیں۔ بعض ان میں سے ائمہ فن بھی ہیں۔ پھر ان میں حنفی بھی ہیں، جیسے ابن نقطہؒ اور محفلِ میلاد کے حامی علامہ سیوطیؒ (شافعی) بھی ہیں۔ ان میں سے ایک نے بھی ابن دحیہ کی اس لیے برائی نہیں کی کہ وہ مولود پڑھتے اور لکھتے تھے بلکہ اس لیے کہ ابن دحیہ میں واقعی یہ برائیاں موجود تھیں۔

بس سچی بات یہ ہے کہ ابن دحیہ ظاہر المذہب (غیر مقلد) تھا۔ متہم فی النقل تھا، ائمہؒ وعلمائے سلفؒ کو برا کہتا تھا۔ امورِ دین کو ہلکا جانتا تھا۔ جھوٹی حدیثیں بناتا تھا۔ اپنی عقل سے فتوے دیتا تھا۔ بے اصل باتیں کہتا تھا۔ خبیث اللسان تھا۔ بدزبان تھا۔ احمق تھا۔ مغرور تھا۔ کم نظر تھا۔ جھوٹا تھا۔ وہ قابل مذمت تھا، لہٰذا غیر ثقہ تھا۔

میلاد کا موجد، مروج، مصنف تینوں غیر مقلد تھے:

اوپر ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ مجلسِ میلاد کو دنیا میں سب سے پہلے ایجاد کرنے والا (موجد) عمر ابن محمد موصلی اور اس کو رواج اور شہرت دینے والا (مروج) ملک معظم مظفر الدین ابوسعید کوکبوری اربلی اور مولود کی پہلی کتاب لکھنے والا (مصنف) عمر ابن حسن ابن دحیہ کلبی اندلسی تھے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ سلطان اربل غیر مقلد تھا، کیوں کہ بہ قول معز الدین حسن خوارزمیؒ: وہ علمائے وقت کو حکم دیتا تھا کہ خود اپنے اجتہاد پر عمل کریں، دوسرے کے مذہب پر نہ چلیں اور علما وفضلائے وقت کی ایک جماعت ایسا کرنے بھی لگی تھی، جن کے بارے بریلوی مولوی عبدالسمیع کو بھی اقرار ہے کہ

”بعض ان میں سے اپنے اوپر تقلید ائمہ کی واجب نہ جانتے تھے۔“

(انوار ساطعہ: ص۱۸۴)

ابن دحیہ کے بھی غیر مقلد ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ کیوں کہ بہ قول حافظ ابن حجر عسقلانیؒ: وہ ظاہری المذہب تھا، ائمہؒ کو برا کہتا تھا اور بہ قول علامہ جلال الدین سیوطیؒ: وہ اپنی ہی عقل ورائے سے فتویٰ دیتا تھا اور پھر اس کو سچا ثابت کرنے کے لیے فرضی سند وحدیث تک بنا لیتا تھا۔

رہ گئے عمر ابن محمد تو ان کی فطرت اور طبیعت کا پتا ان کے ایجاد میلاد سے ہی چلتا ہے۔ پھر عمل میلاد میں وہ سلطان اربل کے راہ نما تھا، اس پر طرہ یہ کہ ترکِ تقلید کا سلطانی حکم تھا اور وہ حکم چل بھی گیا تھا، اس لیے عمر ابن دحیہ کی طرح عمر ابن محمد کا بھی غیر مقلد ہونا یقینی بات ہے۔

الغرض! مجلسِ مولود کے پہلے موجد عمر ابن محمد موصلی اور پہلے مروج ملک معظم مظفر الدین ابوسعید کوکبوری اربلی اور مولود کی پہلی کتاب کے مصنف ابوالخطاب عمر ابن حسن ابن دحیہ کلبی اندلسی تینوں غیر مقلد تھے۔

غیر مقلدین کے بارے میں احمد رضا بریلوی کا فتویٰ:

اب اگر مجلسِ میلاد کے حامی غیر مقلدوں کا حال اور ان کے احکام معلوم کرنا چاہیں تو اپنے مجدد ومقتدا حامیٔ بدعت وماحیٔ سنت احمد رضا خان بریلوی کا رسالہ ''ازالۃ العار'' ملاحظہ فرمائیں، جس میں کم سے کم درجے کے غیر مقلد کو (یعنی اس کو جو بلا حصول منصب— اجتہاد صرف کسی شخص کی پیروی نہ کرنے کی وجہ سے کرتا ہو اور اس کے سوا کوئی اور اعتقادی اور عملی خرابی اس میں نہ ہو، ایسے ہلکے درجے کے غیر مقلد کو) قرآن اور آئمۂ سلف وخلف کا مخالف، خارق اجماع (امت کے اتحاد کو توڑنے والا) اور متبع غیر سبیل المومنین (مومنوں کے صحیح راستے سے ہٹ کر چلنے والا) گم راہ اور بد دین لکھا ہے۔ (ص:۲۱،۲۰)

نیز ان ہی فاضل بریلوی کا ایک رسالہ ''النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید'' ہے، جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ کسی غیر مقلد کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اس میں غیر مقلد کے احکام اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

بہر حال امام بدعت احمد رضا خان کے اس فتوے کی رو سے مجلسِ میلاد کے موجد، مروج اور پہلے مصنف تینوں مخالفِ قرآن ومخالفِ اجماع مومنین، گم راہ اور بد دین تھے۔ ان کے پیچھے نماز بھی درست نہیں۔

لہٰذا شرعی مسایل میں نہ ان کی پیروی کی جائے گی اور نہ ہی ان کی ایجاد کردہ چیز

کو دین کا حصہ بنا کر اُسے فروغ دیا جائے گا، نہ ہی اس پر عمل کیا جائے گا۔

میلاد کے ایجاد کی وجہ:

شریعت کے احکام مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کے متعلق کوئی پوچھے کہ اس کا حکم کیوں ہوا؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اس پر عمل کرنے کے لیے وجہ جاننا ضروری نہیں۔ بس اللہ کا حکم ہے اور اللہ کا حکم واجب العمل ہے۔ وجہ اور حکمت معلوم ہو یا نہ ہو عمل کرنا ضروری ہے، لیکن جب کسی عمل کو بندہ ایجاد کرتا ہے تو اس کی وجہ جاننا ضروری ہے۔ مجلسِ میلاد عمر ابن محمد موصلی نے کیوں ایجاد کی؟ اس کی وجہ تاریخ کی کتابوں میں تو نہیں ملتی البتہ بریلوی بدعتی مولوی عبدالسمیع نے اپنی کتاب میں اس کی یہ وجہ لکھی ہے کہ

> ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہِ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں فرمایا تھا۔ ابن حاجؒ نے اس کا یہ عذر بیان کیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈرتے تھے کہ مبادا میرے کرنے سے امت پر فرض ہو جائے گا، لیکن اشارہ اس کی فضیلت کا کر دیا کہ ''میں پیر کے دن اس لیے روزہ رکھتا ہوں کہ اس میں پیدا ہوا ہوں۔'' یعنی امت کو اشارہ نکل آیا کہ جب ہفتے کے سات دنوں میں یہ ایک دن محل عبادت شکریہ ہو گیا بہ باعث وقوع ولادت کے، پس برس (سال) کے اندر بارہ مہینوں میں ایک وہ مہینہ بھی بلاشک محل شکریہ ہو گا جس میں میلاد شریف ہوا۔ اس بنا اور اصل پر اہلِ اسلام نے اس مہینے میں مجلسِ شکریہ جو مشتمل چند عبادات بدنی و مالی پر ہے ایجاد کی۔'' (انوار ساطعہ: ص ۱۹۰-۱۹۱)

ایک سوال:

قربان جایئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ ان کی شفقت کا یہ حال ہے کہ ربیع الاول میں کوئی عمل مقرر نہیں کیا اور ڈرتے ہیں کہ اگر میں کچھ کروں تو کہیں امت پر فرض نہ ہو جائے، لیکن یہاں اہلِ مولود کا یہ حال ہے کہ نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا خیال، نہ ڈرنے کا لحاظ اور بہ طور خود ربیع الاول میں عمل مقرر کرتے ہیں اور

مجلسِ میلاد فرض قرار دیتے ہیں۔ نہ کرنے والوں کو ملامت کرتے ہیں، انھیں بد دین سمجھتے ہیں۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ یہ عمل کرنے والے کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں کر رہے ہیں؟

ان اللہ کے بندوں سے کوئی پوچھے کہ اگر یہ عمل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلوب تھا تو کھل کر بتا دیتے، کس نے انھیں روکا تھا؟ اور اس کا کیا مطلب ہے پیر کے دن روزہ رکھنے کے اشارے کو آج مجلسِ میلاد کرنے والوں نے سمجھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو اس حدیث کے مخاطب اول تھے اور ان کے شاگرد و تابعین اور آئمہ رحمہم اللہ نے نہیں سمجھا؟ دین اور حدیث کی کیا انھیں صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی زیادہ سمجھ ہے؟ (معاذ اللہ)

اصل حدیث جو صحیح مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس دن میں پیدا کیا گیا اور اس دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔" (ج ا، ص ۳۶۸)

اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اس روایت میں پیر کے دن کے روزے کی علت بیان کی گئی ہے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ علت صرف ولادت شریف ہی نہیں بلکہ نزولِ وحی کی بھی ہے۔ تو اب چاہیے کہ ہر پیر کو ورنہ سال میں کم از کم ایک مرتبہ کوئی مجلس نزولِ وحی کی تقریب بھی ایجاد کی جائے۔

اس کے علاوہ ایک بات اور بھی قابل غور ہے اور وہ یہ کہ ان حامیانِ میلاد کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ولادت طیبہ کے شکریے میں ہر پیر کو روزہ رکھتے تھے اور اس کام کے لیے آپ نے کوئی اور ماہانہ یا سالانہ عمل مقرر نہیں فرمایا تھا، بلکہ بس یہی ہر پیر کو روزہ رکھا کرتے تھے، مگر ان جدت طرازوں اور بدعت پسندوں نے اسی شکریے کی ادائیگی کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور سنت چھوڑ کے ایک نیا

طریقہ محفلِ میلاد ایجاد کیا۔ کیوں؟؟؟ اس لیے کہ روزے میں نفس کو زحمت ہوتی ہے اور یہاں محفل آرائی میں نفس کی تفریح کا سامان ہوتا ہے۔

انصاف سے بتایے! سنت کو چھوڑ کے بدعت کو اپنانا اسی کو کہتے یا نہیں.....؟!

برصغیر پاک و ہند میں پہلا میلاد کا جلوس:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''راہِ سنت'' ص ۱۶۶ میں لکھتے ہیں:

> ''یہ یاد رہے کہ میلاد کا جلوس انگریز کے زمانے میں ایک خاص مصلحت کے تحت پٹی ضلع لاہور سے دو شخصوں نے ایجاد کیا تھا۔ مولوی عبد المجید صاحب جو فوت ہو چکے ہیں اور جناب حاجی عنایت اللہ صاحب جو تادم تحریر (۱۹۵۷ء) لاہور میں بہ قیدِ حیات ہیں، بلکہ وہ اس جلوس کے تنہا بانی ہونے کے مدعی ہیں۔''

اس بات کی مزید تشریح مولانا حافظ لیاقت علی شاہ نقش بندی غفوری کی کتاب ''مجموعہ صلوٰۃ وسلام مع احکامِ شرعیہ'' ص ۳۷۴ پر جس میں مؤلف کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمتہ اللہ علیہ کی ایک مجلس میں اس کی تفصیل معلوم ہوئی کہ ''شیخ عنایت اللہ ایک ہندو نو مسلم تھا اور یہ جلوس ۱۹۲۹ء میں پہلی مرتبہ اس نے لاہور میں نکالا تھا، ابھی کچھ دن پہلے وہ فوت ہو گیا ہے۔

یہ بات حضرت شیخ الحدیثؒ نے ۲۳/صفر المظفر ۱۴۲۳ھ کو کراچی میں حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کے مکان پر بعد نماز عصر علمائے کرام سے خطاب کے دوران کہی تھی۔

مولانا حافظ لیاقت علی شاہ صاحب کی یہ کتاب متعلقہ مضمون پر بہت مفید معلومات پر مبنی ہے۔

احمد رضا خان کی تحقیق:

مجدد بدعت جناب احمد رضا خان کی تحقیق جو ان کے فتاوے میں موجود ہے

بریلوی اس پر بھی یقین نہیں کرتے۔ان کی تحقیق یہ ہے:

"(میں کہتا ہوں) ہم نے حساب لگایا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت اقدس والے سال محرم کا غرۂ وسطیہ (آغاز) جمعرات کے روز پایا، تو اس طرح ماہِ ولادتِ کریمہ کا غرۂ وسطیہ بروز اتوار اور غرۂ ہلالیہ بروز پیر ہوا۔ تو اس طرح پیر کے روز ماہ ولادت مبارکہ کی آٹھ تاریخ بنتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اہل زیجات کا اس پر اجماع ہے۔" (فتاویٰ رضویہ: ج ۲۶، ص ۴۱۳-۴۱۲)

نوٹ: یہاں میں یہ بات بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس عبارت میں قوسین کی عبارت (میں کہتا ہوں) سے وضاحت ہم نے نہیں کی بلکہ وہ فتاویٰ رضویہ میں موجود ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی تاریخ کی تفصیل فاضل بریلوی فتاویٰ رضویہ: ج ۲۶ کے ص ۴۱۴ سے شروع کرتے ہیں مسئلہ نمبر ۲۲۳ پر اور یہی ثابت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوا۔یہی بات فاضل بریلوی نے اپنے رسالہ "نطق الهلال بارخ ولاد الحبيب والوصال" میں لکھی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش اور وفات کی تاریخ پر بریلویوں کے امام احمد رضا کی تحقیق یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۸ ربیع الاوّل کو پیدا ہوئے اور آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاوّل کو ہوئی۔ (حوالہ فتاویٰ رضویہ: ج ۲۶، ص ۴۱۳-۴۱۲)

اس تحقیق کے باوجود بریلوی طبقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر عید مناتے ہیں، جس طرح شیعہ طبقہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر عید غدیر مناتا ہے۔بتایے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ کون ہوا؟ دیوبندی یا بریلوی؟

عشق ومحبت کالحاظ سے بھی بدعت:

یہاں ایک واقعہ نقل کرنے جو جی چاہتا ہے۔میرے روحانی استاذ شیخ الحدیث

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے ایک موقع پر یہ فرمایا کہ مولوی صاحب! یہ لوگ جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد مناتے ہیں بارہویں تاریخ کو، تو مولوی صاحب! شریعت میں تو یہ بدعت ہے ہی، میں کہتا ہوں کہ عشق ومحبت کے لحاظ سے بھی بدعت ہے۔ وہ کیسے؟ فرمایا کہ کیا یہ بدعت نہیں کہ محبوب کا دن سال میں صرف ایک مرتبہ منایا جائے؟ آگے پیچھے یاد نہ کرے اور محبوب کا نام سال میں صرف ایک دفعہ منایا جائے۔ محبت یہ ہے کہ محبوب ہر وقت ذہن میں ہو، تو یہ شریعت میں تو بدعت ہے ہی، عشق ومحبت کے طور پر بھی بدعت ہے۔''

(خطبات امام اہل سنت: ج ۳، ص ۲۴۲-۲۴۱)

کاش! یہ عبارت پڑھ کر ہی بریلویوں کو شرم آجائے۔

۱۲ربیع الاول کو عام تعطیل کس کی ایجاد؟

مولوی عبدالسمیع رام پوری لکھتے ہیں کہ

''اس وقت جو حکام فرماں روا انگریز ہیں کہ ان کو کچھ علاقہ تعظیم وآداب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بہ ایں ہمہ انھوں نے اپنی کچہری اور محکمہ میں جا بجا اہلِ اسلام کے لیے مثل عید اور بقرہ عید کے ایک دن چھٹی اور تعطیل کے واسطے خوشی میلاد حضرت خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارھویں تاریخ ربیع الاول کو مقرر کر رکھا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ انگریز کام کاروبار ضروری میں اپنے حرج منظور کریں اور اپنے حقوق خدمت کارگزاری کو اس روز (میلاد النبی کے) واسطے بجا آوری مراسم فرحت وسرور وتعظیم حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے موقوف کریں اور یہ لوگ ❶ اس کے مقابل (انگریزوں کی اس

---

❶ یہ لوگ سے مراد دیو بندی ہیں۔ (نعمان)

تحریک کے مقابل) زبان مبارک سے فرمادیں کہ یہ فعل بدعت ہے۔"

(انوارِ ساطعہ: ص ۱۷۰)

مذہبی رشوت:

سبحان اللہ! انگریز کا حضور علیہ السلام سے تعطیل بارہ ربیع الاول کا تعلق تو قایم کردیا گیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ بارہ ربیع الاول کی چھٹی جلوس اور اس میں رنڈیوں کا رقص، ایمانیات کا حصہ ہے یا نہیں؟

بریلوی علما نے احمد رضا خان صاحب سے لے کر قیامِ پاکستان تک تحریکِ آزادی کی بھرپور مخالفت کی۔ یہی نہیں بلکہ اگر کسی عالم نے تحریک آزادی یا تحریک پاکستان میں حصہ لیا تو ان کے کفر کے لیے من بھر سے بھی زیادہ کے فتوے الاپے گئے۔ انگریزوں نے چھٹی کرا کر بریلویوں سے تمام مجاہدینِ اسلام کو کافر قرار دلوایا۔ گویا احمد رضا خان اور ان ذریت نے انگریز سے اپنی مذہبی رشوت قبول کی۔

خلاصۂ کلام:

اہلِ سنت والجماعت حنفی دیوبندی کہتے ہیں کہ "مروجہ محفل میلاد" اگر عقاید میں سے ہوتی تو ضرور عقاید کی کتابوں شرح عقاید نسفی، شرح عقاید جلالی، شرح مواقف، مسامرہ اور امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی لکھی ہوئی کتاب "العقیدۃ الطحاویہ" وغیرہ میں اس کا ذکر ہوتا۔ اور اگر مروجہ محفل میلاد کا تعلق "اعمال وعبادات" سے ہوتا تو ضرور فقہ کی کتابوں فتاویٰ عالم گیری، فتاویٰ شامی، ہدایہ، البحر الرائق، البدائع والصنائع وغیرہ میں اس کا ذکر ہوتا۔ حالاں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ نہ عقاید کی کتابوں میں "مروجہ محفل میلاد" کا ذکر ہے نہ فقہ کی کتابوں میں۔ آخر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "نماز تسبیح"، "استخارہ"، "حفظ قرآن کی دعا" وغیرہ امور کا مفصل طریقہ ذکر فرمایا اور امت کو اس طریقہ کے مطابق ان اعمال کو سرانجام دینے کا حکم دیا تو کیا وجہ ہے کہ "مروجہ محفل میلاد" اس طریقے اور کیفیت کے ساتھ جس طرح بریلوی حضرات کرتے ہیں، حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے ثابت نہیں ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس طریقے اور کیفیت کا نہ ملنا صاف بتلا رہا ہے کہ اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔

ایک معمہ:

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ محفلِ میلاد کا موجد، مروج اور مصنف تینوں غیر مقلد تھے اور اعلے حضرت احمد رضا بریلوی کے فتوے کے مطابق غیر مقلد بددین ہوتے ہیں، لیکن ان بددینوں کی ایجاد کردہ بدعت محفلِ میلاد پر عمل کرنے والے ''عاشقان رسول'' کہلاتے ہیں، جو احمد رضا بریلوی کے فتوے کی رو سے ''بددین'' ہیں۔ ان کی ایجاد کردہ بدعت پر عمل نہ کرنے والے ''دشمنانِ رسول'' تصور کیے جاتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

اس اُصول کو پڑھیے اور سر دھنیے۔

باب ④

مجلسِ میلاد منانے کے دلایل اور ان کے جوابات

امت رضاخانیت کے خودساختہ دلایل:

مجلسِ میلاد منعقد کرنے والے میلاد منانے کے لیے جو دلایل پیش کرتے ہیں ہم اُن کا بھی ذکر کرتے چلیں۔ مجلسِ میلاد کے حامی کہتے ہیں:

① قرآن میں آتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا۔ (سورہ یونس:۵۸)

”یعنی اللہ کے فضل ورحمت پر خوشیاں مناؤ۔“

اس آیت سے میلاد النبی ثابت ہے۔ کیوں کہ اللہ نے فضل ورحمت پر خوشیاں منانے کا حکم دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون سی رحمت اور فضل ہے؟ اس لیے میلاد النبی پر خوشیاں مناؤ۔

② دوسری آیت:

وَاَمَّا بِنِعْمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ (سورۂ ضحیٰ:۱۱)

”جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر۔“

اللہ کا حکم ہے نعمتوں کا چرچا کرو تو ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بہت بڑی نعمت ہیں ان کا چرچا میلاد النبی میں کرتے ہیں۔

③ تیسری آیت:

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ۔ (سورۂ توبہ:۱۲۸)

”آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں کا، بھاری اس پر جو تم کو تکلیف پہنچے، حریص ہے تمہاری بھلائی پر۔“

اس آیت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بیان ہے۔

④ حدیث میں آتا ہے:

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، شاید حضور علیہ السلام تک خبر پہنچی تھی کہ بعض لوگ ہمارے نسب پاک میں طعن کرتے ہیں، پس منبر پر قیام فرما کر پوچھا:

بتاؤ! میں کون ہوں؟

سب نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں۔

فرمایا: میں محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو ہم کو بہتر مخلوق میں سے کیا۔ پھر ان کے دو حصے کیے، عرب وعجم۔ ہم کو ان میں سے بہتر یعنی عرب میں سے کیا۔ پھر عرب کے چند قبیلے کیے، ہم کو ان کے بہتر یعنی قریش میں سے کیا۔ پھر قریش کے چند خاندان بنائے، ہم کو ان میں سے سب سے بہتر خاندان یعنی بنی ہاشم میں سے کیا۔'' (جامع الترمذی: ج ۲، ص ۲۰۱)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے منبر پر کھڑے ہو کر اپنی ولادت پاک اور اپنے اوصاف بیان فرمائے، جن سے معلوم ہوا کہ میلاد پڑھنا سنت رسول اللہ ہے اور آیات قرآنی واحادیث سے واضح دلایل ہیں کہ عید میلاد النبی منانا جایز ہے۔

اسی بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور بزرگان دین نے عید میلاد النبی منائی اور آج تک یہ عمل جاری ہے۔

امت کے اعمال بگاڑنے پر افسوس:

آپ نے دیکھے! یہ دلایل ہیں امت رضاخانیت کے۔ کتنی بدبختی کی بات ہے کیا قرآن اس لیے نازل ہوا اور کیا قرآن یہ تعلیم دیتا ہے کہ عید میلاد النبی مناؤ، بتیاں جلاؤ اور بے جا اسراف کرو؟ یہ کیسی جہالت ہے؟ اور یہ کیسی تفسیر وتشریح ہے جو صحابہ

علیہم الرضوان اور اسلاف سے ثابت نہیں؟

یہ اپنی بداعمالیوں کو ثابت کرنے کے لیے بدعتی کہاں تک پہنچ گئے؟ ان میں شرم وحیا نام کی کوئی چیز نہیں؟ انھوں نے ثابت کرنا چاہا کہ قرآن عید میلاد النبی کی تعلیم دیتا ہے۔ العیاذ باللہ!

ہائے افسوس! کیسی حماقت ہے۔ اب ہم اُن سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ یہ تفسیر جو تم لوگ کرتے ہو کسی امام، کسی مفسر نے اپنی تفسیر میں لکھی ہے؟ اگر کسی امام اور مفسر نے ایسی تفسیر بیان کی ہو تو ہم ماننے کے لیے تیار ہیں۔

ہم نے اکثر تفاسیر دیکھی ہیں، کسی ایک نے بھی ان آیتوں سے عید میلاد النبی کو ثابت نہیں کیا۔ نہ فضل ورحمت اور نعمت سے مراد ولادت کا معنی لیا ہے، نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشیاں منانے کا معنی کیا ہے، بلکہ فضل ورحمت ونعمت سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات مراد لی ہو، ایسا بھی ذکر نہیں کیا۔

تفسیر بالرائے جہنم کا راستہ ہے:

بدعتیوں نے جو آیتوں کی تفسیر بیان کی ہے وہ اپنی عقل اور تفسیر بالرائے سے کی ہے، جب کہ حدیث میں آتا ہے کہ جو اپنی عقل سے قرآن کی تفسیر بیان کرے تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ حدیث یہ ہے:

من قال فی القرآن برایه فلیتبوأ مقعده من النار (قال الامام الترمذیؒ) هذا حدیث حسن. (جامع ترمذی: ج۲، ص۱۲۳)

''جو قرآن کے معانی میں اپنی رائے ظاہر کرے اس کا ٹھکانا جہنم میں ہے۔''

ان بدعتیوں کو اس حدیث پر نظر رکھنی چاہیے۔

''فضل'' اور ''رحمت'' کی تفاسیر:

اب ہم امت کے علما کی تفاسیر کو بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے فضل ورحمت سے کیا مراد لیا ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان فضل اللّٰہ "الاسلام" ورحمۃ "القراٰن". (زادالمسیر: ج۱،ص۳۱)

"فضل سے مراد اسلام ہے اور رحمت سے مراد قرآن ہے۔"

اگر خوشیاں منانی ہیں تو اسلام جو ہمارا دین اور قرآن جو ہماری ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے اس پر خوشیاں مناؤ۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واخرج ابن جریر والبیھقی عن ھلال بن یسار قل بفضل اللّٰہ و برحمۃ قال فضل اللّٰہ "الاسلام" و رحمۃ "القراٰن". (درمنثور: ج۴،ص۳۶۸)

"فضل سے اسلام اور رحمت سے قرآن مراد ہے۔"

امام جریر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بفضل اللّٰہ وھو الاسلام و برحمۃ وذلک القرآن.

(تفسیر طبریؒ: ج۷،ص۱۶۱)

فضل سے مراد "اسلام" اور رحمت سے مراد "قرآن" ہے۔"

علامہ زحیلی رحمہ اللہ لکھتے ہی:

بفضل اللّٰہ ھو الاسلام وبرحمۃ ھی انزل القرآن.

(التفسیر المنیر: ج۱۱،ص۱۹۹)

"فضل سے مراد "اسلام" اور رحمت سے مراد "قرآن" کا نازل ہونا ہے۔"

علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال فضلہ الاسلام ورحمۃ القرآن. (فتح القدیر: ج۲،ص۴۵۶)

علامہ قاضی اندلسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال بعض المتاولین وھو ھلال بن یسار و قتادہ والحسن وابن عباس: الفضل الاسلام، الرحمۃ القرآن.

(المحرر الوجیز: ج۳،ص۱۲۶)

تفسیر جلالین میں ہے:

قل بفضل اللہ الاسلام و برحمۃ القرآن. (جلالین: ص ۱۷۵)

مرادآبادی صاحب کی تفسیر:

نعیم الدین مرادآبادی بریلوی اس آیت کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں:

''کسی پیاری اور محبوب چیز کے پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کو فرح کہتے ہیں۔ معنی یہ ہیں کہ ایمان والوں کو اللہ کے فضل و رحمت پر خوش ہونا چاہیے کہ اس نے انھیں مواعظ اور شفائے صدور اور ایمان کے ساتھ دل کی راحت وسکون عطا فرمائے۔ حضرت ابن عباسؓ وحسنؒ وقتادہؒ نے کہا کہ اللہ کے فضل سے اسلام اور رحمت سے قرآن مراد ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ فضل سے قرآن اور رحمت سے احادیث مروی ہیں۔'' (خزاین العرفان: ص ۳۸۷)

مرادآبادی صاحب کی تفسیر سے بھی عید میلاد النبی ثابت نہیں ہوتی اور صاف واضح طور پر تصریح کی ہے کہ فضل سے اسلام اور رحمت سے قرآن مراد ہے نہ کہ ولادت نبی کہ اس پر خوشیاں مناؤ۔

تمام مفسرین نے فضل سے اسلام اور رحمت سے قرآن مراد لیا ہے۔ اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام المفسرون وقالوا فضل اللہ الاسلام ورحمۃ القرآن. (تفسیر رازیؒ: ج۹، ص۱۲۴)

علامہ واحدیؒ لکھتے ہیں:

فضل اللہ الاسلام والرحمۃ القرآن وھذا قول عامۃ المفسرین. (الوسیط: ج۲، ص۵۵۱)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے ضمن میں کیا خوب تفسیر کی ہے۔ اس کو بھی پڑھیے:

ای بهذا جاء هم من الله الهدى و دين الحق فليفرحوا فانه اولى مايفرحون به. (تفسیر ابن کثیر: ج۲، ص۳۸۲)

''یہ لوگ جس چیز پر خوشیاں مناتے ہیں اس سے بہتر خوشی کا مقام یہ ہے کہ جو اللہ کی طرف سے قرآن ہدایت و دین حق آیا ہے اس پر خوشیاں مناتے۔''

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کا قول پڑھ لیا؟ کیا خوب کہا ہے۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

اگر ہم لوگ سچے دین کو چھوڑیں گے اور لوگوں کے بنائے ہوئے دین پر چلیں گے تو گمراہی، جہالت، ذلت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

محفلِ میلاد کے حامیوں نے قرآن کی ایک آیت

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ..... الخ (سورۂ توبہ:۱۲۸)

پیش کی ہے، اس سے بھی عید میلاد النبی کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے، لیکن جب ہم نے تفاسیر کی طرف رجوع کیا اور اس آیت کی تفسیر کو کھنگالا تو اس کے برعکس معلوم ہوا۔

قرآن کی آیت سے ناکام استدلال:

اب ہم آپ کے سامنے چند تفاسیر کا ذکر کرتے ہیں جن میں مفسرین کرام نے اس آیت کی تفسیر کس انداز سے کی ہے۔

لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ . (تعرفون نسبه و حسبه قال السدى من العرب من بنى اسرائيل) عَزِيْزٌ عَلَيْهِ (شديد عليه) ماعنتم (قال القتيبى و ضركم وقال ابن عباس ماضللتم وقال الضحاك والكلبى مااتممتم) حريص عليكم (اى على ايمانكم و صلاحكم وقال

قتادہ حریص علیکم ای علی ضالکم ان یھدیہ اللہ.

(تفسیر بغوی: ج ۲، ص ۳۴۱)

اس آیت وتشریح میں کہی عید میلاد النبی منانے کا ذکر نہیں، حتیٰ کہ ولادت کا بھی ذکر نہیں، بلکہ اللہ رب العزت فرمارہے ہیں کہ ایک رسول تمہارے پاس آیا ہے اس کی بات مانو اور جو ہدایت لے کر آیا ہے اس ہدایت پر آجاؤ۔ اگر تم نے انکار کردیا تو تمہارے لیے ہی بدبختی ہوگی۔ نیز رسول بھی تمہارے قوم کا ہے اور تم ان کا حسب ونسب جانتے ہو کہ وہ عربی ہے۔

اگر رسول تم میں سے نہ ہوتا تو تم لوگ اس کے نسب وحسب پر اعتراض کرتے، اس کی زندگی پر اور ان کی زبان پر کہ ہم اس کو نہیں جانتے اور اس کی زبان، نسب و حسب کو نہیں جانتے، ہم اس کی بات پر کیسے یقین کریں؟ اس نے ہمارے ساتھ زندگی نہیں گزاری، اس کے اخلاق ومعاملات کیسے ہیں؟ ہم کیسے ان کی بات کو مانیں؟

اسی اعتراض کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اس آیت میں ذکر فرمارہا ہے کہ یہ رسول تمہارے پاس آیا ہے، وہ کوئی اجنبی نہیں، کوئی حسب ونسب پر اعتراض نہیں، اس کی زندگی تمہارے سامنے ہے اور جو آپ کو دین کے متعلق کہہ رہا ہے اس کی بات مانو اور ہدایت پر آجاؤ۔

کیوں کہ رسول **حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ** ہے، رسول چاہتا ہے کہ تم ہدایت پر آجاؤ اور جو تم لوگ گم راہی میں مبتلا ہو اللہ تم کو ہدایت سے نوازے۔ یہ ہی اس آیت کا مفہوم ہے اور علما نے اسی انداز سے تفسیر کی ہے۔ یہ مفہوم نہیں لیا کہ تم محفل سجاؤ، نعت خوانی کرو، میلاد مناؤ اور بے جا اسراف کرو اور بجلی چوری کرو، رنڈیوں کا ڈانس نبی کے نام پر کراؤ۔

تفسیر جلالین میں آیت کی تفسیر اس طرح موجود ہے:

لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (ای منکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم) عَزِیْزٌ (شدید) عَلَیْہِ مَاعَنِتُّمْ (ای عنتکم

ای مشقتکم ولقاء کم المکروہ) حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (انتهتداو). (ص۱۶۹)

اس آیت کی تفسیر میں بھی کہیں عید میلاد النبی کا ذکر ہے نہ ولادت کا۔

علامہ زحیلی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح تفسیر کرتے ہیں:

لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (منکم جنسکم وهو محمد صلی اللّٰه علیه وسلم) حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (ان تهتدوا) (الی) حریص علی هدایتکم وایصال الخیرات الیکم فی الدنیا والأخرة. (التفسیر المنیر: ج۱۱، ص۸۸)

اس تشریح میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی میں سے یعنی انھیں کی جنس میں سے ہیں اور رسول چاہتا ہے کہ تم ہدایت پر آ جاؤ، جس کی وجہ سے تم کو دنیا و آخرت میں بھلائی ملے گی، یہ بتایا جا رہا ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مِنْ اَنْفُسِکُمْ (ای منکم وبلغتکم) حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ (ای علی هدایتکم). (تفسیر ابن کثیر: ج۲، ص۳۶۶)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے ہیں اور جو تمہاری زبان ہے وہ ہی رسول کی زبان ہے اور رسول یہ ہی چاہتا ہے کہ تم لوگ ہدایت پر آ جاؤ۔

علامہ صاوی رحمہ اللہ نے حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ کی تفسیر اس طرح کی ہے:

ای یحافظ علی هداکم لتکون لکم السعادة الکاملة.

(حاشیۃ الصاوی علی جلالین: ج۲، ص۱۷۶)

"رسول تو تمہاری ہدایت کا نگہبان ہے، تا کہ تم کو پوری سعادت حاصل ہو۔"

ان تمام تفاسیر میں کہیں عید میلاد النبی کا ذکر نہیں اور نہ کہیں چراغاں کرنے، نعت خوانی کرنے کا ذکر ہے۔ جس آیت سے ایسی چیزیں ثابت کر رہے ہیں یہ تو کتنی بدنصیبی کی بات ہوگی۔

اب آیئے احادیث کی طرف جس سے بدعتیوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ہم ان سے پوچھتے ہیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال اسی طرح منبر پر تشریف لاکر اپنا حسب نسب کو بیان کرتے تھے اور ہر سال کیا اپنی ولادت کے دن خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم خوشی کا اظہار کرتے تھے؟ کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہر سال محفل سجاتے تھے اور چراغاں بھی کرتے تھے؟ اس کا جواب آپ کے پاس کیا ہے؟

یہ واضح حدیث میں ہے کہ جب کفار و مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب پر لعن طعن کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس طعن کو سنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پورا قصہ سنایا، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما ہوکر اس طعن کا جواب دیا اور صفائی پیش کی۔

یہ کوئی میلاد یا محفلِ نعت نہ تھی بلکہ اس طعن کا جواب دینا تھا۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی جو تشریح کی ہے اس کو آپ کے سامنے ذکر کیا جاتا ہے، تاکہ واضح ہو جائے حقیقی پس منظر کیا ہے:

وعن العباس انه جاء (ای غضبان) الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فکانه سمع شیئا (ای من الطعن فی نسبه او حسبه) فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم علی المنبر.....الخ (مرقات: ج۱۱، ص۵۷)

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے غصے کی حالت میں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسب یا نسب میں کچھ طعن سنا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے (اس طعن کا جواب دیا)۔''

اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع نہ کرتے تو کیسے منبر پر کھڑے ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیتے؟ جب اطلاع کی تب ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حسب ونسب کو بتایا۔

اکابرین و بزرگانِ دین کے واقعات سے بریلویوں کا ناکام استدلال ❶:

جب بریلوی حضرات قرآن و سنت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس مروجہ محفلِ میلاد کو ثابت کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو پھر بعض بزرگوں کے واقعات کا سہارا لیتے ہیں۔

اس سلسلے میں یہ اصولی بات مدِنظر رہنی چاہیے کہ بزرگوں اور مشائخ کے اقوال و افعال شرعی طور پر حجت نہیں ہوتے اور نہ ان سے کوئی مسئلہ ثابت ہو سکتا ہے۔ چناں چہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمہ اللہ کے بڑے جلیل القدر خلیفہ حضرت مولانا نصیر الدین محمود چراغ دہلوی رحمہ اللہ نے ان لوگوں سے فرمایا جو حضرت خواجہ صاحبؒ کے کسی فعل کو بہ طورِ استدلال پیش کرتے تھے۔

> ''شیخ کا قول حجتِ شرعیہ (شرعی دلیل) نہیں۔ قرآن و حدیث سے دلیل پیش کرنا چاہیے۔'' (اخبار الاخیار: مترجم ص ۱۷۹)

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

> ''صوفیائے کرام کا عمل کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے میں سند اور دلیل نہیں ہے۔ ہمارے لیے یہ کافی ہے کہ ہم انھیں معذور قرار دے کر ملامت نہ کریں اور ان کے معاملے کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ اس جگہ (حلال و حرام ہونے میں سند اور دلیل کے لیے) حضرت امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول درکار ہے۔ ابوبکر شبلی اور ابوالحسن نوری رحمہما اللہ کا عمل معتبر نہیں ہے۔'' (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم: ص ۱۷۰)

اس اصولی جواب کے بعد عرض ہے کہ جن بزرگوں کے واقعات کا بریلوی حضرات سہارا لینا چاہتے ہیں ان میں کسی بزرگ سے بھی ماہانہ محفلِ میلاد کا ثبوت اس انداز میں نہیں ملتا جس انداز سے بریلوی حضرات التزام کرتے ہیں اور نہ ہی وہ کسی بزرگ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مروجہ محفلِ میلاد مسجد میں کسی بزرگ نے منعقد کی ہو

❶ اس عنوان کے تحت مضمون حضرت مولانا قاری عبدالرشیدؒ کی کتاب ''مروجہ محفلِ میلاد'' سے ماخوذ ہے۔

یا مسجد میں محفلِ میلاد منعقد کرنے کا حکم دیا ہو۔

شاہ ولی اللہؒ کی ایک عبارت سے بریلویوں کا استدلال:

بریلوی حضرات حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت سے بھی استدلال کرتے ہوئے مروجہ محفلِ میلاد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

> ''میرے والد نے مجھے خبر دی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کی بنا پر ان کی ولادت کے ایام میں کھانا تیار کرتا تھا۔ ایک سال مجھے کچھ میسر نہ ہوا کہ کھانا تیار کرسکوں سوائے بھنے ہوئے چنوں کے تو میں نے وہی لوگوں کے درمیان تقسیم کردیے۔ پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ وہ چنے آپ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ خوش وخرم ہیں۔''
>
> (الدر الثمین: ص ۴۰)

جواب:

حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کی اس مذکورہ بالا عبارت میں محفلِ میلاد کا سرے سے ذکر ہی نہیں۔ صرف یہ بات مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے ایام میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ کچھ صدقہ دیا کرتے تھے۔ اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے، جس کا جی چاہے اور جتنا چاہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کرسکتا ہے۔ تا کہ اس کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ جائے۔

ہم پہلے بارہا واضح کرچکے ہیں کہ اختلاف اس مروجہ محفلِ میلاد میں ہے جس کے لیے دعوت دے کر اور بلا کر لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے، پھر اسے مخصوص طریقے سے سرانجام دیا جاتا ہے اور اس میں کچھ دیر بعد یہ کہہ کر سب لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔ مروجہ محفلِ میلاد کی حقیقت ہم پہلے واضح طور پر عرض کرچکے ہیں۔ بہ ہر حال صرف دھوکا دینے کی خاطر مذکورہ بالا عبارت

بریلوی حضرات بہ طور حوالہ پیش کر دیتے ہیں۔ حالاں کہ اس کا مروجہ محفلِ میلاد سے کوئی تعلق نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ایک اور عبارت سے استدلال:

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک اور کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''اور میں اس سے پہلے مکۂ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش میں بہ روز ولادت باسعادت حاضر تھا اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہے تھے اور آپ کے ان معجزات کا ذکر کر رہے تھے جو ولادت باسعادت کے وقت ظاہر ہوئے تھے یا آپ کی بعثت سے پہلے ظاہر ہوئے تھے، تو میں نے دیکھا کہ اچانک بہت سے انوار ظاہر ہوئے ہیں، میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کو جسمانی آنکھوں سے دیکھا اور نہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ صرف روح کی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کیا۔ واللہ اعلم!

میں نے ان انوار کے متعلق بھی غور کیا تو معلوم ہوا کہ یہ نور اُن فرشتوں کا ہے جو ایسی مجالس اور مشاہد پر مؤکل اور مقرر ہیں اور میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوار رحمت دونوں ملے ہوئے ہیں۔'' (فیوض الحرمین: ص ۸۰)

جواب:

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی اس عبارت سے مروجہ محفلِ میلاد ثابت کرنا بھی ایک مغالطے سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔ کیوں کہ اس عبارت سے صرف اتنی بات معلوم ہوتی ہے کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے روز آپ کی جائے پیدائش میں جہاں آج کل ایک قبہ ❶ بنا ہوا ہے جمع ہو گئے تھے۔ یہ جمع ہونا مروجہ محفلِ میلاد منعقد کرنے کے لیے نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے

---

❶ حضور علیہ السلام کی جائے پیدائش: فی زمانہٖ یہاں ایک عالی شان حجرہ بنا ہوا ہے اور اس میں کتب خانہ (لائبریری) قایم ہے۔ راقم نے اس کی زیارت کی ہے۔ اندر داخل ہوں تو عجیب سکون کی کیفیت ہوتی ہے۔ عورتوں کا داخلہ اس میں ممنوع ہے۔ (شریفی)

مقدس ومتبرک مقام کی زیارت کے لیے لوگ آجا رہے تھے۔ اسی طرح ایک اتفاقیہ اجتماع ہوگیا اور اس مناسبت سے کہ وہ متبرک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے پیدائش ہے، لوگ ولادت باسعادت کے واقعات کا ذکر کر رہے تھے اور درود شریف بھی ہر شخص اپنے طور پر پڑھ رہا تھا۔ اتنی بات میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

چناں چہ ہمارے ایک بہت بڑے عالم (حکیم الامت حضرت) مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''وہ محفلِ میلاد جس میں قیود مروجہ متعارفہ میں سے کوئی قید نہ ہو، نہ قید مباح نہ قید مکروہ، سب قیود سے مطلق ہو۔ مثلاً کچھ لوگ اتفاقاً جمع ہوگئے۔ کسی نے ان کو اہتمام کر کے نہیں بلایا کسی اور (دوسری) مباح (جائز) ضرورت سے بلائے گئے تھے۔ اس مجمع میں خواہ کتاب سے یا زبانی حضور پرنور سرورِ عالم فخر آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات شریفہ (ولادت کے وقت ظاہر ہونے والے معجزات وغیرہ) اور دیگر اخلاق وشمایل ومعجزات وفضایل مبارکہ صحیح صحیح روایات سے بیان کیے گئے اور اثنائے بیان میں اگر ضرورت امر بالمعروف و بیان احکام کی دیکھی جائے تو اس میں بھی دریغ نہیں کیا گیا، یا اصل اجتماع استماع وعظ و احکام (وعظ سننے کے لیے) اور اس کے ضمن میں ان وقایع شریفہ (ولادت باسعادت کے واقعات) وفضایل کا بیان بھی آگیا، یہ وہ صورت ہے کہ بلا نکیر (بلا انکار) جائز بلکہ مستحب وسنت ہے۔'' (اصلاح الرسوم: ص ۱۲۱)

یہ اجتماع جس میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت فرمائی تھی، مروجہ محفلِ میلاد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کیوں کہ

① دعوت دے کر اور بلا کر لوگوں کو جمع نہیں کیا گیا تھا۔

② اس میں بہ صورتِ اشعار کچھ نہیں پڑھا گیا۔

③ اس میں کسی قسم کی اسراف وفضول خرچی کا ارتکاب نہیں کیا گیا تھا۔

④ اس میں قیام بھی نہ تھا کہ سب لوگ کچھ دیر بعد یہ سمجھتے ہوئے کھڑے

ہوگئے ہوں کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔

⑤ اس میں کھانے، پینے، شیرینی وغیرہ کا اہتمام بھی نہیں کیا گیا تھا۔

⑥ محفلِ میلاد منعقد کرنے کے لیے لوگوں کا اجتماع نہیں ہوا تھا بلکہ آپ کی پیدائش کی متبرک ومقدس جگہ کی زیارت ❶ کے لیے بغیر بلائے ہوئے از خود لوگ جمع ہوگئے تھے، گویا مروجہ محفلِ میلاد کی کوئی بات بھی اس میں نہیں پائی جاتی۔ صرف دھوکا دینے اور مغالطے میں مبتلا کرنے کے لیے ایسے حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ایک عبارت سے استدلال:

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب کی عبارت کو بھی بریلوی حضرات مروجہ محفلِ میلاد ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں، لیکن اس کے آخر میں مروجہ محفلِ میلاد کی بدعتوں پر جو تنقید فرمائی ہے اس کو بریلوی حضرات (حسبِ عادت) گول کر جاتے ہیں۔ حضرت شیخؒ کی پوری عبارت ملاحظہ ہو:

"اور ہمیشہ ہی سے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ولادت کے مہینے میں محفلیں کیا کرتے ہیں اور کھانے پکاتے ہیں، اس ماہ کی راتوں میں طرح طرح کے صدقات کرتے ہیں، خوشی کا اظہار کرتے ہیں نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں اوران لوگوں پر اس عمل کی برکت سے ہر قسم کی برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ اس عمل کے مجرب خواص میں سے یہ ہے کہ وہ لوگ پورے سال امن میں رہتے ہیں، حاجت روائی اور مقصود برآری کی بڑی بشارت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اس شخص پر بے پایاں رحمتیں نازل فرمائیں جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ایام میں خوشی کی، تاکہ جس شخص کے دل میں روگ اور عناد ہے وہ اس میں اور سخت ہوجائے۔

بے شک امام ابن الحاجؒ نے اپنی کتاب "المدخل" میں بڑا شدید انکار کیا ہے۔

---

❶ جائے ولادت کی زیارت کے لیے حجاج ومعتمرین آج جاتے ہیں۔ اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں ہے۔ (شریفی)

ان بدعتوں اور نفسانی خواہشوں اور حرام آلات کے ساتھ گانے بجانے پر جو لوگ محفلِ میلاد میں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام ابن الحاجؒ کو ان کے نیک ارادے کا بدلہ دے اور ہمیں سنت کے طریقے پر چلائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی اور بہترین کارساز ہے۔" (ماثبت بالسنۃ: ص ۱۰۳)

جواب:

چوں کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹۵۸ھ/ ۱۵۵۱ء اور وفات ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء کی ہے۔ اور محفلِ میلاد کی ابتدا ۶۰۴ھ میں ہوئی تھی، اس چار، ساڑھے چار سو سال کے عرصے میں یہ چیز کافی پھیل چکی تھی، اس لیے حضرت شیخ عبدالحقؒ نے ماہ ربیع الاوّل کو خوشی کا ایک مہینہ اور صدقہ وخیرات اور دوسری نیکیوں میں اضافہ کرنے کا مہینہ قرار دیتے ہوئے اس سے زاید تمام باتوں کو بدعت اور ناجائز ثابت کرنے کے لیے فرمایا:

"بے شک امام ابن الحاجؒ نے اپنی کتاب "المدخل" میں ان بدعتوں، نفسانی خواہشوں اور حرام آلات کے ساتھ گانے بجانے پر شدید انکار کیا ہے، جو لوگ محفلِ میلاد میں کرتے ہیں۔" (ماثبت بالسنۃ: ص ۱۰۴)

اور اس کے بعد حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ امام ابن الحاجؒ کو دعا دیتے ہوئے اور اپنے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع و پیروی کی دعا مانگتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ امام ابن الحاجؒ کو ان کے نیک (بدعتوں اور ناجائز چیزوں کو ختم کرنے کا) ارادے کا بدلہ دے اور ہمیں سنت کے طریقے پر چلائے۔"

(ماثبت بالسنۃ: ص ۱۰۴)

یہ تمام عبارت آپ کے سامنے ہے۔ اس کے کسی لفظ سے بھی مروجہ محفلِ میلاد کا ثبوت نہیں ملتا، لیکن بریلوی حضرات پھر بھی محض دھوکا دہی اور مغالطہ آفرینی کے لیے ان عبارتوں کو مروجہ محفلِ میلاد ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔ حالاں کہ ہم بارہا

عرض کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق و محبت کی بنا پر ماہِ ربیع الاوّل میں صدقہ و خیرات کرنا، نیکیوں میں اضافہ کرنا اور اظہارِ خوشی وغیرہ باتوں میں اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف اس مروجہ محفلِ میلاد میں ہے جس کی حقیقت ہم پہلے عرض کر چکے ہیں اور اس میں جو جو شرعی خرابیاں پائی جاتی ہیں ان کو بھی قدرے تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں۔

علامہ ابن حجر ہیتمیؒ کی عبارت سے استدلال:

علامہ ابن حجر ہیتمی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک عبارت بھی بریلوی حضرات بہ طور استدلال پیش کرتے ہیں۔ پہلے ہم پوری عبارت درج کرتے ہیں پھر ثابت کریں گے کہ اس عبارت کا مروجہ محفلِ میلاد سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ ان کی اصل عبارت کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

> ”اکثر محافل میلاد جو ہمارے ہاں رائج ہیں ان میں اچھی اور بری دونوں طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں۔ خیر کی باتیں مثلاً صدقہ و خیرات، ذکر و درود وسلام، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور بری باتوں میں سے عورتوں کا اجنبی مردوں کو دیکھنا بھی ہے۔ البتہ بعض محفلِ میلاد ایسی بھی ہیں جن میں کوئی عیب اور شرعی خرابیاں نہیں پائی جاتی، لیکن ایسی محفلیں بہت کم اور نادر ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلی قسم کی محفلیں ممنوع اور ناجائز ہیں، کیوں کہ شریعت کا یہ قاعدہ بڑا مشہور ہے کہ
>
> ”فوائد حاصل کرنے سے نقصانات کا دور کرنا مقدم ہے۔“
>
> لہٰذا جو شخص جانتا ہے کہ کسی محفلِ میلاد میں ایک بھی شرعی خرابی پائی جاتی ہے بہ ایں ہمہ وہ اس میں شرکت کرتا ہے تو وہ خدا کی نافرمانی کرنے والا اور گناہ گار ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ اس شخص نے اس محفلِ میلاد میں خیر کے کام بھی کیے تو بھی یہ خیر اس شر کا تدارک نہیں کر سکتا جو اس میں پایا جاتا ہے۔ کیا آپ یہ

نہیں دیکھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر اور بھلائی کے نفلی کاموں میں تو بہ قدرِ استطاعت اور جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا ہی کام کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن اس کے برعکس برائی کی تمام قسموں اور تمام صورتوں سے مکمل بچنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ برائی گو تھوڑی ہو اس کے کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور اس کے برعکس ثواب کا (نفلی) کام جتنا ہو سکے اتنا کرلے۔ اور دوسری قسم کی محفلِ میلاد جس میں کوئی برائی اور شرعی خرابی نہ پائی جاتی ہو بلاشبہ سنت ہے اور ان احادیث کے ذیل میں آتی ہے جو ذکر کی فضیلت کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو قوم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتی ہے فرشتے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمتِ الٰہی ان کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور سکینہ (سکون واطمینان وغیرہ) ان پر نازل ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرشتوں میں ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہیں۔'' (فتاویٰ حدیثیہ: ص ۱۲۹)

شیخ ابن حجر رحمہ اللہ کی اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ وہ مروجہ محفلِ میلاد کو قطعاً جائز قرار نہیں دیتے بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ

ذکرِ ولادت جس محفل میں ہوتی ہے وہ دو طرح کی ہو ہیں ہے۔

① وہ محفل جس میں ناجائز اُمور پائے جاتے ہیں، ایسی محفل تو قطعاً ناجائز ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ اکثر محفلِ میلاد اسی زمرے میں شامل ہیں، کیوں کہ وہ ناجائز اُمور پر مشتمل ہوتی ہے۔

② وہ محفل جو ہر قسم کی بری باتوں اور ناجائز اُمور سے پاک ہو، یہ بلاشبہ جائز ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دوسری قسم کی محفل وہی ہو سکتی ہے جس میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور آپ کے معجزات کا ذکر ہو اور اس سے زاید کچھ نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اس حد تک کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے۔

شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسی کتاب ''فتاویٰ حدیثیہ'' میں ایک اور مقام

پر ارشاد فرماتے ہیں:

''بہت سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت محفل میں کھڑے ہوتے ہیں، یہ بدعت ہے۔ کیوں کہ اس سلسلے میں کوئی حدیث وغیرہ نہیں آئی ہے (اس لیے یہ گناہ ہے)۔ البتہ عوام معذور سمجھے جاسکتے ہیں کہ انھیں علم نہیں ہے، لیکن اس کے برعکس خواص (یعنی جاننے والے لوگ) معذور نہیں ہیں۔'' (فتاویٰ حدیثیہ: ص ۶۹)

شیخ ابن حجرؒ محفلِ میلاد میں کھڑے ہونے کو بدعت قرار دے رہے ہیں۔ حالاں کہ آج کل کی مروجہ محفلِ میلاد میں کھڑے ہونے کو بریلوی حضرات نے فرض واجب کا درجہ دے رکھا ہے۔

قارئین کرام! آپ اندازہ کرسکتے ہیں کہ بریلوی حضرات کس قدر حوالہ جات میں قطع وبرید کرنے کے عادی ہیں۔ کیوں کہ اسی کتاب ''فتاویٰ حدیثیہ'' میں لکھا ہوا ہے کہ محفلِ میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ ولادت کے وقت کھڑا ہونا بدعت اور گناہ ہے، لیکن بریلوی حضرات اسی کتاب سے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ مروجہ محفلِ میلاد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کا جزِ اعظم یہی ''قیام'' ہے۔ اس قیام کے بغیر آج کل محفلِ میلاد کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہؒ سے میلاد کا ثبوت:

بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی نے اعلاحضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی محفلِ میلاد کے ثبوت کا حوالہ دیا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اپنے رسالہ ''ہفت مسئلہ'' ص ۸ میں اس کو جائز اور باعث برکت کہا ہے۔

(جاء الحق: ص ۲۲۷)

جواب:

بریلویوں کے حکیم الامت کو یہ پتا نہیں تھا کہ رسالہ ہفت مسئلہ حضرت حاجی

صاحبؒ کے قلم کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ یہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا لکھا ہوا تھا، نفس مضمون حضرت حاجی صاحبؒ کا تھا اور عبارت حضرت تھانویؒ کی تھی۔ (دیکھیے فتاویٰ رشیدیہ: ج ۱، ص ۹۴)

حضرت تھانویؒ اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں میلاد کے جواز کے قایل تھے، پھر رجوع کرلیا تھا، جب کہ حضرت حاجی صاحبؒ کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ

"نفس ذکر مندوب، اس میں کراہت قیود کے سبب آئی ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ: ص ۹۵)

پھر وہ مفاسد بھی ان کے وقت اور ان کے ذہن میں نہ تھے جو لوگوں میں مروج تھے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ج ۱، ص ۹۴)

پھر حاجی صاحبؒ کسی شرعی دلیل کا نام نہیں ہے لہٰذا حاجی صاحبؒ کا ذکر کرنا سوالات شرعیہ میں بے جا ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ج ۱، ص ۹۱)

باب ⑤

عید میلاد النبی کے پھس پھسے دلایل کے علمی جوابات

مجوزین میلاد کو عید کہنے پر جو دلایل پیش کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہیں:

''تحقیق جمعہ کا دن سید الایام ہے اور اللہ کے نزدیک اس کی عظمت عید الاضحیٰ اور عید الفطر سے بھی زیادہ ہے، اس دن اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا، اسی دن انھیں زمین پھر اتارا اور اسی دن انھیں وفات دی۔''

② نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے مسلمانوں کے گروہ! بے شک اس جمعہ کے دن کو اللہ نے عید بنایا ہے بس غسل کرو، جس کے پاس خوش بو ہو وہ استعمال کرے اور مسواک لازم پکڑو۔''

③ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی کے پاس تکمیل دین کی آیت **الیوم اکملت لکم دینکم**.....الخ پڑھی تو اس یہودی نے کہا: اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم عید مناتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت تو دو عیدوں کے دن نازل ہوئی ہے (یعنی جمعہ اور عرفہ کے دن)۔

ان احادیث کو پیش کر کے مجوزینِ میلاد کہتے ہیں کے اسلام میں صرف دو عیدیں نہیں بلکہ کئی عیدیں ہیں، جن میں سے ایک عید میلاد النبی بھی ہے جو عیدوں کی عید ہے اور اس کے انکار کرنے والے کو ''شانِ رسالت کا منکر'' کہا جاتا ہے۔

شرعی جوابات آپ پڑھ چکے۔ ان کے خود شاختہ اور پھس پھسے دلایل کے عقلی جوابات بھی پڑھ لیجیے:

پہلی بات ہمارا بریلویوں سے ایک سوال ہے کہ آج اگر آپ کے مذہب سے تعلق رکھنے والا عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا دعوے دار کوئی مفتی اعظم یا شیخ الحدیث یہ کہے کہ اس وقت مسلمانوں میں جذبہ حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان بارہ ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی کے موقع پر غسل کر کے، اچھے کپڑے پہن کر، خوش بو لگا کر عید گاہ میں جمع ہو کر بہ طورِ شکر نعمت دو رکعت نمازِ عید جماعت سے ادا کریں،.....تو کیا یہ تجویز صحیح ہوگی؟

اور تجویز پیش کرنے والا یہ دلیل دے کہ چوں کہ اس عید میلاد میں خدا کی نعمت رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور نماز پڑھی جاتی ہے جو کہ افضل عبادت ہے، اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے جذبہ محبت میں اضافہ ہوگا، لہٰذا یہ تیسری عید کی نماز نہ صرف جائز بلکہ ہماری موجودہ ضروریات کے لحاظ سے ضروری بھی ہے، تو کیا یہ دلیل قابلِ قبول ہوگی؟

لیکن افسوس! عقل کو استعمال نہیں کرتے۔ جو کہتے ہیں اسے سوچتے نہیں۔ اب تو بعض مقامات پر (کراچی میں دجال کے حواری) عید میلاد النبی کی نماز عید باجماعت ادا کرتے ہیں، جب کہ کھوڑی گارڈن کی مسجد میں صبح ولادت کے وقت سلام پیش کر کے سحری کھلائی جاتی ہے کہ آج یومِ عظیم ہے، شکرانے کا روزہ رکھا جائے گا۔ یاللعجب؟؟؟

روزہ اور وہ بھی عید کے دن؟ کیا شیطانیت کا بول بولا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جمعہ کو اللہ تعالیٰ نے "سید الایام" قرار دیا ہے اور اللہ کے نزدیک اس کی عظمت عید الاضحیٰ اور عید الفطر سے بھی زیادہ ہے تو اس کی وجہ محض یہ نہیں کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تھی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی اصل وجہِ فضیلت یہ ہے کہ یہ دن مسلمانوں کی خاص عبادت کا دن ہے۔ اگرچہ عبادت کا اہتمام عیدین پر بھی کرنے کا حکم ہے لیکن اصلاً یہ دن مسلمانوں کے ملّی تہوار اور اظہار فرحت ومسرت کے دن ہیں۔ جب کہ جمعہ خالص عبادت کے لیے ہے۔ اس

لیے اس کی فضیلت عیدین سے بھی زیادہ ہوئی۔ محض تخلیق آدم کی وجہ سے اسے یہ شرف حاصل ہوا ہوتا تو یقیناً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دن کو بھی اللہ تعالیٰ خاص شرف وعظمت کا دن قرار دیتا۔ اس کے علاوہ جمعہ کی جو بھی فضیلت ہے (چاہے جس وجہ سے بھی ہو اس سے قطع نظر) اسے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے واضح ارشادات سے واضح فرمایا ہے، لیکن کیا "یومِ میلاد" کی بھی کوئی خاص فضیلت کسی حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو وضاحت فرمایئے۔ ہم بھی مان لیں گے کہ جمعہ کی طرح یا عیدین کی طرح، عرفہ کی طرح "یومِ میلاد" کی بھی فضیلت ہے اور اگر "یومِ میلاد" کی فضیلت کسی بھی حدیث میں بیان نہیں کی گئی ہے تو جمعہ کی فضیلت کے اثبات سے "یومِ میلاد" کی فضیلت کا اثبات کس طرح ہو جائے گا؟ ایک کی فضیلت منصوص ہے اور دوسرے کی خود ساختہ۔ ایک کی فضیلت خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے جب کہ دوسرے کی فضیلت ایجاد بندہ ہے۔ ایک کی فضیلت چودہ سو سال سے مسلم ہے جب کہ دوسرے کی فضیلت چند سالوں یا زیادہ سے زیادہ چند صدیوں کی بات ہے اور وہ بھی ایک مخصوص طبقے کے نزدیک۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "یومِ میلاد" کو عظمت اور فضیلت کا حامل بتلایا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے فضیلت والا دن مانا اور نہ ائمہ دین نے ہی اس کی فضیلت کی کوئی صراحت کی ہے، تو پھر اسے جمعہ کی فضیلت پر کیوں کر قیاس کیا جا سکتا ہے؟

تیسری بات یہ ہے کہ جمعہ کو بلاشبہ بعض احادیث میں "عید" کہا گیا ہے لیکن یہاں بھی اولاً سوال یہی ہے کہ کیا "یومِ میلاد" کو بھی کسی حدیث میں "عید" کہا گیا ہے؟ اگر کہا گیا ہے تو بلاشبہ جمعہ اور عیدین کی طرح "یوم میلاد" کو بھی "عید" سمجھنا بالکل صحیح ہے، لیکن اگر کوئی اس کا ثبوت نہیں ہے تو جمعہ کو عید کہنے یا مان لینے سے "یومِ میلاد" کا عید ہونا کیوں کر ثابت ہوگا۔

ثانیاً جمعہ کو عید کا دن کہا گیا ہے تو اس دن حکم کن چیزوں کا دیا گیا ہے؟ غسل کرنے، خوش بو لگانے، صاف ستھرے کپڑے پہننے، مسواک کرنے اور نماز جمعہ ادا کرنے کا اور مسلمان ہر جمعہ کو یہ کام کرتے ہیں۔ گویا باوجود اس بات کے کہ اسے حدیث میں ''عید'' کہا گیا ہے، جمعہ کے دن ''عید'' والا اہتمام کہیں بھی نہیں ہوتا۔ اس دن لوگ کاروبار بھی کرتے ہیں، عید کی طرح تمام کاروبار بند نہیں ہوجاتے۔ اس دن شادی بیاہ عام ہوتے ہیں۔ اس دن کھانے پکانے کا وہ اہتمام بھی نہیں ہوتا جو عید والے دن ہوتا ہے۔ اس دن کوئی جشن عید نہیں مناتا، جس طرح عید پر جشن منایا جاتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جمعہ کو عید صرف حکماً کہا گیا ہے، ورنہ جمعہ عیدین کی طرح حقیقی عید نہیں ہے۔ اسی لیے عیدین کی طرح اس میں اہتمام نہیں کیا جاتا، جس طرح مقتول فی سبیل اللہ تو حقیقی شہید ہے لیکن اس کے علاوہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی افراد کو شہید قرار دیا ہے، جیسا کہ احادیث میں موجود ہے۔ یہ سب شہدا حکماً شہید ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو بھی قیامت والے دن شہادت کے اجروثواب سے سرفراز فرمادے گا۔ بالکل یہی حیثیت جمعہ کے دن کی ہے کہ اسے بھی مسلمانوں کے خصوصی دن ہونے کی وجہ سے حکماً عید قرار دے دیا گیا ہے۔ عرفہ کا دن بھی اسی معنی میں حکماً عید ہے کہ وہ عبادت کا خاص دن ہے۔

بنا بریں مسلمانوں کی اصل عیدیں تو فی الواقع دو ہی ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ یہی وجہ ہے کہ ''عید جمعہ'' کبھی کسی نے نہیں کہا۔ کیوں کہ اسے حقیقتاً عید نہیں سمجھا جاتا۔ اگر اسے بھی عید کہا اور سمجھا جاتا تو بریلوی ''عید میلاد'' کو تیسری عید نہ کہتے بلکہ ''عید میلاد'' کو ۵۶ ویں عید کہتے۔ کیوں سال میں جمعوں کی صورت میں باون عیدیں تو ایک ہوئیں، یوم عرفہ بھی عید ہوا، دو عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہوئی، ۵۵ عیدیں تو یہ ہوگئیں اور اس حساب سے ''عید میلاد'' ۵۶ ویں عید ہوئی نہ کہ تیسری عید۔ اس لیے محترم! اگر عید جمعہ وعید عرفہ سے استدلال کرنا ہی ہے تو ''عید میلاد'' کو تیسری عید کیوں کہتے ہو، اسے چھپن ویں عید کہیے۔

چوتھی بات یہ کہ جمعہ کا دن حقیقی عید ہوتا تو اس دن روزہ کسی حالت میں بھی جایز نہ ہوتا۔ حالاں کہ حدیث میں آتا ہے کہ صرف ایک نفلی روزہ کسی نے رکھنا ہو تو وہ جمعہ کو نہ رکھے۔ البتہ اگر کوئی شخص روزے رکھتا چلا آرہا ہو تو اس صورت میں جمعہ کا روزہ بھی رکھ لے۔ (زادالمعاد)

اس بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کا دن حکماً عید ہے حقیقتاً عید نہیں۔ اگر حقیقتاً عید ہوتا تو اس دن کسی لحاظ سے بھی روزہ رکھنا جایز نہ ہوتا، جس طرح عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا قطعاً حرام اور ممنوع ہے۔

پانچویں بات یہ کہ یوم میلاد بھی اگر مسلمانوں کے لیے عید کا دن ہوتا تو اس دن بھی مسلمانوں کے لیے روزہ رکھنے کی ممانعت ہوتی۔ حالاں کہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاثنین (پیر کے دن) کا روز رکھتے تھے۔ جب آپ سے اس کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس دن آپ روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ میری ولادت اور نزول وحی کا دن ہے۔ (صحیح مسلم بہ حوالہ البدایۃ والنہایۃ: ج ۱، ص ۲۶۹)

گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یوم ولادت اگر منایا ہے تو یوم تشکر کے طور پر منایا ہے یوم عید کی طرح نہیں۔ اس لیے مسلمان بھی اگر ولادت نبوی کے شکرانے میں یوم ولادت پر روزہ رکھیں تو یہ بلاشبہ جایز ہے بلکہ سنت رسول ہے۔

لیکن یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو اس دن روزہ رکھیں اور ان کی محبت کا دم بھرنے والے کہیں کہ نہیں یہ تو عید کا دن ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون!

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

بہ ہر حال ان دلایل سے ''عید میلاد'' کے جواز کا قطعاً کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ تاہم اگر تھوڑی دیر کے لیے مان لیا جائے کہ میلاد کے موقع پر جمعہ و عیدین کی طرح خوشی کا اظہار کرنا چاہیے یا اسے عید کی طرح منانا چاہیے تو سوال یہ ہے کہ فرحت و مسرت کے اظہار کے لیے بھی کوئی طریقہ اسلام نے بتلایا ہے یا نہیں؟ اور عید منانے کا کوئی طریقہ

اسلام میں ہے یا نہیں؟ بریلویوں کے نزدیک جمعہ وعرفہ کا دن عید کا دن ہے، لیکن کیا وہ اس دن جلوس نکالتے ہیں؟ چراغاں کرتے ہیں؟ دیگیں پکاتے ہیں؟ کوچہ و بازار کو سجاتے ہیں؟ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقعوں پر ایسا ہوتا ہے؟ اگر ان موقعوں پر ایسا نہیں ہوتا حالاں کہ یہ مسلمہ عیدیں ہیں، مسرت اور خوشی کے ایام ہیں اور مسلمانوں کے ملّی تہوار ہیں تو ''عید میلاد'' پر اس اسراف بے بجا کا جواز کس طرح ثابت کیا جاسکتا ہے؟ جو جھنڈیوں، قمقموں، آرایشی دروازوں اور محرابوں کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ مسرت کے اظہار کے لیے جلوس کا یہ اہتمام قرآن کریم کی کس آیت یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس حدیث یا امام حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے کس قول سے ثابت ہے۔ یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں اس بے پایاں فضول خرچی کی کوئی جھلک ملتی ہے؟ اور کیا آپ کے کردار میں اس دھوم دھڑکے کا کوئی پہلو ملتا ہے جس کا اظہار جلوس کی صورت میں کیا جاتا ہے؟ اگر اس دن کو ''عید'' کے طور پر ہی منانا ہے تب بھی یہ تو فرمایے کہ عید منانے کا یہ انداز اور طور طریق کون سے اسلام میں ہے؟ کون سے قرآن میں ہے اور کون سی حدیث میں ہے؟ یا کم از کم فقہ حنفی کی کون سی کتاب میں ہے؟

حضرت حسانؓ کے لیے منبر:

ایک یہ حدیث میلاد کو مذہب بتانے والے دلیل میں پیش کرتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يضع لحسان بن ثابت منبرا فى المسجد. الخ

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد میں منبر رکھوا دیتے۔''

جواب: لیکن یہ استدلال کیسے صحیح ہوسکتا ہے جب کہ اس میں نہ ولادت کا ذکر ہے اور نہ یوم ولادت کا؟ بلکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ جس طرح مسلمان کفار کے حملوں کا جواب تلوار سے دیتے تھے اسی طرح کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں

قصیدے لکھتے تھے، تو مسلمان اس کا جواب قصاید کی صورت میں دیتے تھے اسے جہاد لسانی کہا جاتا ہے۔ اس جہاد لسانی میں حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اپنا ایک نمایاں مقام رکھتے تھے اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے منبر رکھوا دیتے تھے۔ سو اس بات کا جشن میلاد سے کیا تعلق ہے۔

☆ کیا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اپنا یوم میلاد منایا ہے؟

☆ کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے منایا ہے؟

☆ کیا تابعین وتبع تابعین نے منایا ہے؟

☆ کیا ''ائمہ اربعہ'' اور دیگر ائمہ نے منایا ہے؟

☆ حتیٰ کہ حضرت امام ابوحنیفہ، امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ وغیرہم نے اس طرح منایا ہے؟

اگر جواب اثبات میں ہے تو اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کے لیے ثبوت پیش کیجیے۔ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین** اور اگر جواب نفی میں ہے تو فتویٰ صادر فرما دیجیے کہ (نعوذ باللہ) یہ سب بھی ''منکرین شانِ رسالت'' ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم، وتابعین رحمہم اللہ بھی شانِ رسالت کے منکر ہیں۔ ائمہ اربعہؒ اور دیگر ائمہؒ بھی شانِ رسالت کے منکر ہیں!

آخر یہ کیا انصاف ہے کہ صحابہؓ وتابعینؒ اور ائمہ کرامؒ ''عید میلاد'' نہ منائیں تو لبوں پر مہر سکوت........! اور انھی کی اقتدا میں دیوبندی اس ''بدعت'' سے اجتناب کریں تو وہ ''منکرین شانِ رسالت'' قرار پائیں؟ گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیروکار تو ''منکرین شانِ رسالت''؟ اور بدعت ایجاد کرنے والے اور صحابہؓ کے طریقے سے نفرت وعناد رکھنے والے عاشقانِ رسول؟ چہ خوب است۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا اور جنوں کا خرد　　　　جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مجوزین یہ آیت بھی پیش ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ. (سورۂ ابراہیم:۵)

''اوران کو یاد دلاؤ بڑے بڑے مشہور اور قابلِ یادگار واقعات۔''

اور کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن عظیم المرتبت ہے، اس کی یاد دلانا مسلمانوں کے لیے ضروری ہوا۔

جواب: لیکن یہ دلیل بھی عید میلاد النبی کی نہیں ہوسکتی۔ اولاً اس لیے کہ یہ حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ اب یہ دیکھنا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس حکم پر کس طرح عمل کیا؟ انھوں نے بنی اسرائیل کو اپنی ولادت کا دن یاد دلایا اوران کو اس دن جشن منانے کی ہدایت کی یا ان کو حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہما السلام کی ولادت کے دن یاد دلائے یا ان پر جشن منانے کی تعلیم دی؟

اگر کہو کہ یہ بات نہیں اوراس وقت اس کے یہ معنی نہیں تھے تو ہم دریافت کریں گے کہ اب اس کے یہ معنی کیسے ہوگئے جو شریعت موسویہ کے لیے تو نہ تھے اور شریعت محمدیہ کے لیے ہوگئے؟ پھر حدیث نبوی سے اس کا ثبوت بھی ضروری ہے۔

آیت کا اصل مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی قوم کو واقعات سنایے جو نافرمان قوموں کو پیش آئے اور اپنی قوم کو نافرمانی سے روکیے، اطاعت پر آمادہ کیجیے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو خدا کے دن یاد دلایے۔ دونوں میں جو فرق ہے وہ ایک معمولی استعداد والے طالب علم پر بھی مخفی نہیں اور اگر یہی مطلب ہو تو اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں، لہٰذا ہر روز اور کام کے لیے جشن منانا چاہیے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ارشاد فرمایا ہے:

علیکم بسنتي و سنة الخلفا الراشدین.

یہ روایت صحاح ستہ کی اکثر کتابوں میں ہے۔ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقے کو بھی سنت کہا ہے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات بہ طور تمثیل کے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام نے نماز تراویح کو سنت و مستحب فرمایا ہے۔ ''بدعت نعمت'' کی اصطلاح کہیں نہیں ہے۔ جو حضرات جیسے

عزابن عبدالسلام وغیرہ بدعت حسنہ کی مثالیں دے چکے ہیں وہ صرف لغوی اور سطحی طرز کی تقسیم ہے ورنہ وہ حضرات بھی کل بدعة ضلالة کو عام قانون سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں نے دین میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔ حافظ تقی الدین ابن وقیق العبد رحمہ اللہ نے کیا خوب لکھا ہے:

وردبمعناه على حقيقتها من العموم. (احکام الحکام: ج۲، ص۱۲۲)

آگے فرماتے ہیں:

وقسمة البدعة الى الاقسام المذكورة والى الحسنة والسئية ليس عليها اثارة من علم لانه لم يرد دليل دال عليها ولم يرح حديث ورد فى هذا الباب رائحة القسمة قط. (ایضاً)

''بدعت کی تقسیم اور حسنہ اور سیئہ کی باتوں میں علم کی بو بھی نہیں، کیوں کہ نہ تو کوئی ایسی دلیل ہے اور نہ حدیث رسول اللہ جس میں بدعت کی قسمیں کی گئی ہوں۔''

بڑی تفصیل سے لکھنے کے بعد مزید فرماتے ہیں:

ومن ثم انكر الراسخون فى العلم الكتاب والسنة تقسيم البدعة الى الاقسام. (احکام الحکام: ج۲، ص۱۲۲)

''جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت کا صحیح اور راسخ علم عطا فرمایا ہے وہ بدعت کی تقسیم کا انکار کرتے ہیں۔''

آگے فرماتے ہیں کہ بدعت، بدعت ہی ہوگی:

كائنا ما كان ومن كان واين ما كان وكل بدعة ضلالة على اطلاقها.

''بدعت جیسی بھی ہو اور جہاں کہیں بھی ہو وہ گمراہی ہوگی، کیوں کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔''

یہ حدیث عام ہے۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ بدعت کو حسنہ کہتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو اپنے صحیح معنی سے اور حقیقی بنیادوں سے ہٹاتے ہیں۔

دعت اليه اهو الهم من غير دليل لامن قران ولا من سنة ولا من اجماع ولا من قياس جلي ويعتريه شبهة.

''جو لوگ بدعتوں کو اچھا کہتے ہیں ان کے پاس نہ قرآن کی کوئی دلیل ہے نہ سنت کی نہ اجماع کی اور نہ صاف ستھرے قیاس کی۔''

مزید فرماتے ہیں:

وحديث الباب حجة نبرة على كل قائل بالتقسيم والانواع.

''حدیث رسول بدعت حسنہ وغیرہ کے قایلین کے خلاف ایک روشن دلیل ہے۔''

امام ابوحنیفہؒ کا فتوی ''میں بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کا قایل نہیں'':

فقہ حنفی کی تمام کتابوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے کہ

انه كان لا يرىٰ الصلوٰة خلف المبتدع يا

فكان ابو حنيفة لا يرى الصلوٰة خلف المبتدع.

''میں بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کا قایل نہیں۔''

① بدایع الصنایع: ج ۱، ص ۳۸۷ ② ردالمختار: ج ۲، ص ۲۹۹ باب الامامۃ
③ الاختیار: ص ۵۸ ④ طحطاوی علی المراقی: ص ۳۰۳
⑤ فتح القدیر: ج ۱، ص ۳۰۵ ⑥ النہر الفائق: ج ۱، ص ۲۴۲
⑦ المحیط البرہانی: ج ۲، ص ۱۷۸ ⑧ البحر الرائق: ج ۱، ص ۶۱۱
⑨ حلبی کبیر شرح منیۃ: ص ۴۴۳ ⑩ فتاویٰ عالم گیری: ج ۱، ص ۳

اس کے بعد بھی اگر کوئی بریلوی اپنی نسبت حنفیت کی طرف کرے تو اس سے بڑا جھوٹا دنیا میں کوئی نہیں۔

باب ⑥

میلاد کے بدعت ہونے پر بریلوی اعتراضات

اور ان کے جوابات

دین میں جو ایجادات بریلویوں نے کیں ہیں ان کو بدعت تسلیم کرنے کے لیے وہ تیار نہیں۔ اسی لیے شیطان نے ان کو ورغلایا اور اعتراضات شروع کر دیے۔ ہمارے علما نے ان کے مسکت جوابات دیے ہیں، ان کا خلاصہ یہاں درج ہے:

کیا قرآن پر اعراب بدعت ہے؟

کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم پر اعراب نہیں تھے، وہ حجاج ابن یوسف ثقفی نے لگوائے۔ پھر یہ عمل بھی بدعت ہوا۔

جواب: یہ محض مغالطہ اور غلط فہمی ہے۔ ورنہ اعرابِ قرآن ''بدعت'' کے ضمن میں ہرگز نہیں آتے، بلکہ یہ ''مصالح مرسلہ'' کے باب سے ہے، یعنی ''دینی اُمور میں سے کسی حرج کو رفع کرنے اور کسی ضروری امر کی حفاظت کے لیے کوئی اقدام کرنا۔'' بات دراصل یہ تھی کہ عہدِ حجاج میں دولتِ اسلامیہ بہت زیادہ پھیل گئی تھی اور عرب وعجم کا اختلاط اور باہم رشتے داریاں ہو رہی تھیں، جس کے نتیجے میں لغتِ عربی میں کمزوری آنے لگی اور ''غلطیاں'' عام ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ خود حجاج ایک فصیح وبلیغ عرب ہونے کے باوجود قرآن کریم کے بعض حروف میں قواعد کی خلاف ورزی کر جاتا تھا اور زیر والے حروف کو زبر سے یا زبر والے کو زیر سے پڑھ جاتا تھا۔ یحییٰ ابن یعمر نے اس پر نکیر بھی کی تھی۔ (دیکھیے: البدایہ والنہایہ)

لٰہذا تلفظ کی حفاظت کے لیے اعراب ضروری تھے۔ کیوں کہ ''جس چیز کے بغیر کوئی واجب ادا نہ کیا جا سکے وہ بھی واجب ہوتی ہے۔'' لٰہذا اعرابِ قرآن کو قطعاً میلاد

کے لیے بہ طورِ استدلال استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

ان مصالح مرسلہ کی کئی دیگر مثالیں بھی موجود ہیں۔ مثلاً: جمع وتدوین قرآن، جو کہ عہدِ صدیقی وعثمانی میں عمل میں آئی، وہ بدعت کے قبیل سے ہرگز نہیں ہوسکتی، کیوں کہ حفاظتِ قرآن مسلمانوں پر واجب ہے اور یہ امورِ کمالیات وتحسینات کے باب سے ہیں۔

جمعہ کی پہلی اذان، مساجد کے منارے، محرابیں، مساجد میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بھی اسی قبیل مصالح سے ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کرنا، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ہی نافذ کردینا اور صدقات سے مؤلفۃ القلوب کا حصہ موقوف کردینا، خراج، دیوان اور جیلوں کو جاری کرنا اور عامۃ المجاعۃ (بھوک وقحط سالی) میں چوری کی حد (ہاتھ کاٹنے) کو موقوف کرنا وغیرہ سب اپنے اپنے وقت کی اہم ضرورتیں اور دینی اعتبار سے مفید اور تکلیفی اُمور کو دفع کرنے والی تھیں۔ اسی طرح ہی ائمہ مجتہدین کی طرف سے بھی بعض قواعد وضع کیے گئے ہیں جو کہ مصالح مرسلہ ضروریہ میں سے ہیں۔

کیا حضور علیہ السلام یومِ ولادت پر عقیقہ کرتے تھے؟

بعض قایلینِ میلاد تو اس حد تک جسارت کرجاتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یومِ ولادت پر ایک مینڈھا بہ طورِ عقیقہ ذبح کیا کرتے تھے، تو ہم لوگ کیوں نہ عیدِ میلاد منائیں۔

جواب: سب سے پہلے تو عقیقہ کے معنی سمجھ لیں۔ امام ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

> ''عقیقہ اس ذبیحے کو کہتے ہیں جو بچے کی طرف سے ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کھانا جو بچے کی ولادت کی خوشی میں پکایا اور کھلایا جائے۔ وہ عقیقہ کہلاتا ہے۔'' (المغنی: ج۹، ص۴۶۱)

اور ان کا کہنا ہے کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک سنت یہ ہے کہ بچے کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقے ذبح کیا جائے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو چودھویں دن ہو یا پھر اکیسویں دن۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

جو شخص بالغ ہو جائے اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو اس میں اختلاف ہے کہ وہ اپنی طرف سے عقیقہ کرے یا نہیں؟

بہ ہر حال اگر جواز والوں کی بات ہی لے لی جائے تو عمر میں ایک مرتبہ عقیقہ کرنا ہوگا اور پھر ہمیشہ کے لیے یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا، چہ جائے کہ ہر سال عقیقہ کیا جائے؟ کسی قطعی دلیل سے ہرگز ثابت نہیں کہ نبوت ملنے کے بعد آپ نے ایک مرتبہ بھی عقیقہ کیا ہو، کہاں ہر سال عقیقے کا دعویٰ؟

اور جس روایت میں وارد ہوا ہے کہ آپ نے نبوت ملنے کے بعد اپنی طرف سے عقیقہ کیا اس کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ مسند بزار کی روایت صحیح ثابت نہیں ہے اور خود امام بزار کا کہنا ہے:

''یہ روایت بیان کرنے میں عبداللہ اکیلا منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔''

آگے فرماتے ہیں:

''امام عبدالرزاقؒ صاحب المصنف کا کہنا ہے کہ محدثین نے صرف اس روایت کے بیان کرنے کی وجہ سے عبداللہ ابن محرر سے روایت لینا ہی ترک کر دیا، تو گویا اس روایت کے بیان کرنے میں عبداللہ ابن محرر کی ثقاہت ہی مٹا دی تھی۔ لہٰذا اس سے کسی قسم کا استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے؟''

(تفصیل کے لیے فتح الباری دیکھیے)

تریسٹھ اونٹ کی قربانی سے کیا مراد ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تریسٹھ اُونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح کیے تھے۔ بعض لوگ بڑی دور کی کوڑی لاتے ہیں اور اس سے عجیب نتیجہ نکالتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تریسٹھ اونٹ ذبح کرنا اس بات کی علامت

ہے کہ آپ نے ہر سال کے بدلے میں بہ طورِ عید میلاد ایک اونٹ ذبح فرمایا۔

جواب: بدعت ساز اور بدعت نواز لوگ پہلے ایک چیز ایجاد کرتے ہیں اور پھر اسے ثابت کرنے کے لیے نصوص کا آپریشن کرکے انھیں اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی معاملہ یہاں بھی ہے۔ جب کہ درحقیقت ان کی اس دلیل اور دلیل دینے والے میں کوئی ربط و تعلق نہیں۔ کیوں کہ

① کھلی ہوئی بات ہے کہ آپ نے وہ اونٹ دس ذوالحجہ کو ذبح کیے تھے جو کہ بارھواں مہینہ تھا۔ جب کہ آپ کی ولادت ربیع الاوّل میں ہوئی تھی جو کہ اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے۔ لہٰذا ان قربانیوں اور عید میلاد میں کیا مناسبت ہے؟

② اگر ان قربانیوں سے عید میلاد کا جواز ثابت بھی کرنا ہو تو پھر عید میلاد بھی دس ذوالحجہ کو ہی ہونی چاہیے نہ کہ ربیع الاوّل میں!

③ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر سو اونٹ کی قربانی دی تھی، ان میں سے تریسٹھ اونٹ تو آپ اپنے ساتھ مدینۂ منورہ سے لائے تھے اور سینتیس اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے لائے تھے۔ شرح مسلم امام نووی: ج ۸، ص ۱۹۲ میں قاضی عیاض رحمہ اللہ کے یہ قول:

> 'آپ نے تریسٹھ اونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائے جو آپ اپنے ساتھ لائے تھے۔''

جیسا کہ ترمذی شریف میں مذکور ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ سینتیس اونٹ ذبح کرنے کے لیے دیئے گئے جو وہ یمن سے آپ کے لیے لائے تھے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ کے تریسٹھ اونٹ ذبح کرنے کا کیا مطلب ہے؟ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ سوال ہی لایعنی ہے۔ بات صرف اتنی سی ہے جو اوپر ذکر ہوئی۔

④ بعض علما کا کہنا ہے کہ آپ کا تریسٹھ اونٹ ذبح کرنا تو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ عمر شریف کے تریسٹھ سال پورے ہو گئے ہیں اور زیست کی انتہا ہو گئی ہے۔

اور واقعی حجۃ الوداع کے موقع پر اس کی طرف اشارے بھی ہو گئے کہ اس حیاتِ مستعار کے خاتمے اور اس جہانِ فانی سے کوچ کا وقت قریب آ گیا ہے، مثلاً

یومِ عرفہ میں آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ...... کا نزول۔ ایامِ تشریق میں سورۂ فتح کا نزول۔ آپ کا بار بار خطبات ارشاد فرمانا، اور خطبات میں اشارہ کرنا کہ شاید اس سال کے بعد ہم یہاں اکٹھے نہ ہو سکیں وغیرہ۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ اگر تریسٹھ سال کا عدد کسی بات کی دلیل ہے تو وہ صرف اس کی کہ تریسٹھ سال کی عمر مکمل ہو گئی ہے۔ اب ان سالوں میں کسی سال کا اضافہ نہیں ہو گا۔ نہ کہ یہ ابتدائے میلاد کی علامت تھی۔ کہاں ابتدا اور کہاں انتہا؟

کیا ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے؟

عید میلاد کا جواز ثابت کرنے کے لیے امام سیوطی رحمہ اللہ (المعروف عند المحدثین بحاطب اللیل یعنی یجمع بین الشیء وضدہ) نے الحاوی فی الفتاوی میں ایک تاریخی روایت بیان کی ہے کہ

> ''خواب میں کسی (عباس ابن عبدالمطلب) کو ابولہب خایب وخاسر ملا اور اس نے بتایا کہ مجھے عذاب ہوتا رہتا ہے سوائے اس کے کہ ہر پیر کی رات کو، اس دن عذاب میں کچھ تخفیف ہوتی ہے اور اپنی انگلیوں کے درمیان سے چند قطرے پانی بھی چوسنے کو ملتا ہے۔ اور یہ اس لیے کہ جب میری کنیز ثویبہ نے مجھے محمد کی ولادت کی خبر دی تھی تو میں نے اُسے آزاد کر دیا تھا اور پھر اسی نے آپ کو دودھ بھی پلایا تھا۔''

جواب: یہ قصہ اور اس سے جوازِ میلاد کی دلیل لینا کئی طرح سے غلط ہے۔ مثلاً:

① اس بات پر تمام اہلِ اسلام کا اجماع ہے کہ کسی نبی کے خواب کے سوا (کہ نبیوں کا خواب وحی اور حق ہوتا ہے) کسی کا خواب کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتا۔

② یہ حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ہیں یا کوئی اور ہے؟ اور پھر ان سے جس نے روایت بیان کی ہے انھوں نے بالواسطہ بیان کی ہے۔ لہٰذا یہ روایت

مرسل ہوئی، جس سے مسایل عقاید کے بارے میں استدلال صحیح نہیں۔

③ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زمانۂ قبل از اسلام میں یہ خواب دیکھا ہو، حالاں کہ کفر کی حالت میں دیکھے گئے خواب کہاں حجت ہوں گے۔ جب کہ مومن ومتقی کا خواب بھی حجت شرعی نہیں ہوتا، سوائے حضرات انبیا علیہم السلام کے خواب کے۔

④ شرعی طور پر بتایا گیا ہے کہ کافر اگر کفر پر ہی مر جائے تو اسے اس کے کسی عمل کا ثواب نہیں ملتا اور یہی صحیح بھی ہے۔ کیوں کہ سورۂ فرقان: آیت نمبر ۲۳ میں ارشادِ الٰہی ہے:

وَقَدِمْنَا اِلٰی مَاعَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا.

''اور ہم ان (کفار) کے اُن اعمال کی طرف متوجہ ہوں گے جو انھوں نے (دنیا میں) کیے تھے تو اُن (اعمال) کو اُڑتی ہوئی خاک کی طرح کر دیں گے۔''

اور سورۂ کہف آیت نمبر ۱۰۵ میں فرمانِ الٰہی ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَزْنًا.

''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کر دیا، اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا، پس اس لیے ان کے سارے اعمال (کفر کی وجہ سے) ضایع ہو گئے۔ قیامت کے روز ہم انھیں کوئی وزن نہ دیں گے۔''

مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں فرمانِ الٰہی سے یہی پتا چلتا ہے کہ اگر کوئی حالتِ کفر پر مر جائے تو اس کے کسی عمل کا ثواب اسے نہیں ملتا۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ عبداللہ ابن جدعان جو ہر حج کے موقع پر ایک ہزار اونٹ ذبح کیا کرتا تھا اور ہزار آدمیوں کو حلے پہنایا کرتا تھا اور جس کے گھر میں حلف الفضول کا معاہدہ طے ہوا تھا (جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل تھے) کیا اسے یہ چیزیں فایدہ پہنچائیں گی؟ تو آپ نے فرمایا:

نہیں۔ کیوں کہ اس نے عمر بھر کبھی یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! قیامت کے روز میرے گناہوں کو بخش دینا۔"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ابولہب کے خواب کی کوئی قیمت نہیں، نہ اس سے استدلال صحیح ہے۔

⑤ ابولہب کی خوشی ایک طبعی امر تھا (کہ وہ چچا تھا) نہ کہ اس کی خوشی کوئی تعبدی (عبادت کے) نقطۂ نظر سے تھی اور جب کوئی خوشی اللہ کے لیے نہ ہو بلکہ اپنے یا کسی قریبی کے یہاں بچے کی پیدائش پر فطری وطبعی خوشی ہو تو اس پر ثواب نہیں ہوتا۔ اس بات سے بھی اس روایت کا ضعیف وکم زور اور جھوٹا ہونا واضح ہوتا ہے۔

⑥ مومن تو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود سے ہر وقت خوش رہتا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے سال میں ایک مرتبہ اظہارِ خوشی کا موقع (میلاد) ایجاد کرنا، کسی طرح بھی لائق نہیں ہے۔

ابولہب کا کنیز کو آزاد کرنا کیسے دلیل ہوسکتا ہے؟

موجودہ زمانے کے میلاد خوانوں نے بخاری کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے، چوں کہ یہ بہت ہی دل چسپ بات ہے اس لیے لکھ دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں ہے کہ ابولہب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خبر سنی تو اس نے خوشی میں اپنی ایک کنیز کو آزاد کر دیا، لہٰذا مجلس میلاد کا انعقاد ثابت ہوا۔

شاید اللہ تعالیٰ اہلِ بدعت کو اپنے اعمال کی سزاؤں میں سے کچھ حصہ دینا چاہتے ہیں اس لیے علمائے دیوبند جیسے پکے اور سچے اہل سنت کو وہابی کے لقب سے داغ دار کرنے کی پاداش میں ان کو بھی بنایا جارہا ہے ورنہ ابولہب کے فعل سے استدلال کیسے کیا جاسکتا ہے؟

کیوں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے مسلمانوں نے بلکہ چھ سو سال تک کسی بھی مسلمان نے ابولہب کی تقلید نہیں کی، ورنہ اہلِ بدعت کے چھوٹوں اور بڑوں سب کو چیلنج ہے کہ وہ ثابت کریں کہ کیا اس تاریخ کو کسی صحابی نے بھی خوشی میں

یہ غلام یا کنیز آزاد کی ہے؟ اور کیا امام ابو حنیفہ اور امام بخاری رحمہما اللہ وغیرہ آئمہ فقہ و حدیث اور بزرگان اہلِ سنت نے بھی کبھی اس تاریخ کو منایا ہے؟

علامہ شاطبی غرناطی رحمہ اللہ نے کیا خوب لکھا ہے:

كل مبتدع يدعي أنه هو صاحب السنة دون من يخالفه.

(کتاب الاعتصام: ج۱، ص۲۲۰)

''ہر بدعتی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ بس وہی سنی ہے اور جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اہل سنت نہیں ہیں۔''

باب ⑦

تاریخ ولادت میں اختلاف کیوں؟

میلاد کرنے والوں کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم و بزرگانِ دین رحمہم اللہ نے میلاد کو منایا ہے۔ اس پر اعتراض ہوتا ہے کہ جب یہ تسلسل سے چلا آرہا ہے تو تاریخ ولادت میں اختلاف کیوں ہو رہا ہے؟ اس میں اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا، بلکہ ایک ہی تاریخ ولادت ہونی چاہیے تھی۔ تاریخ ولادت کے اختلافات اس بات پر دلیل ہیں کہ میلاد النبی ابتدائی دور سے نہیں چلی آرہی بلکہ یہ بعد کی ایجاد ہے اور یہ کہ بعد میں ایک بادشاہ نے اس کو رائج کیا ہے۔

ایک مجلسِ میلاد کا زنانا انداز:

مولوی عبدالخالق خاں رائے بریلوی نے رسالہ ''فتح الموحد'' حصۂ اول میں خود اپنا مشاہدہ لکھا ہے کہ

> ''ملک بنگال کے ضلع دیناج پور میں ایک مقام پر میں نے سنا کہ یہاں بارھویں ربیع الاول کی شب کو ایک نہایت اعلا درجے کا مولود ہوتا ہے اور یہ یہ سامان کیا جاتا ہے۔ نئے طرز کا مولود سن کر میں بھی چلا گیا کہ دیکھوں یہ باتیں کہاں تک سچ ہیں؟ غرض جا کر دیکھا کہ صدہا قندیلیں روشن ہیں اور بہت بڑا مجمع ہے۔ وسط محفل میں ایک مسہری کھڑی ہے، جس پر نہایت پر تکلف پردہ پڑا ہے اور صدہا ہار پھولوں کے ہر چہار طرف لٹک رہے ہیں۔ مسہری سے ملی ہوئی ایک بلند چوکی ہے، اس پر ایک نوجوان مولود خواں صاحب رونق افروز ہیں، جن کے دائیں بائیں دو کم سن لڑکے خوش گلو بہ طور بازو آواز ملا ملا کر کچھ پڑھ رہے ہیں اور ایک شخص قریب بیٹھا ہوا مرنگ (ایک قسم کی ڈھولک جو طبلے کی طرح ایک طرف سے بجائی جاتی ہے) بجا رہا ہے۔ گو مجمع زیادہ تھا، مگر کوشش

سے مجھ کو چوکی ومسہری کے برابر جگہ مل گئی (غلام امام شہید کے) پورے بروگ (بریا بروگ سے تڑپت جیو.....الخ) کو ختم کر کے ذکر ولادت شروع کیا، جیسے ہی زبان سے یہ شعر نکالے:

اٹھو تعظیم کو سب وقتِ میلاد پیمبر ہے
یہاں تشریف فرما خود شفیع روز محشر ہے

بجز میرے سب اہلِ محفل دست بستہ کھڑے ہوگئے اور پردے کے اندر سے بچے کے رونے کی آواز آئی۔ مجھے سخت حیرت ہوئی کہ رب للعالمین! یہ کیا ماجرا ہے؟ بیٹھے بیٹھے آہستہ پردے کا ایک گوشہ اٹھا کر میں نے دیکھا تو اندر کوئی آٹھ دس برس کا ایک لڑکا زنانی ساڑھی سرخ رنگ پہنے رو بہ قبلہ بیٹھا ہے۔ بعد ختم محفل خود میں نے کہا کہ ایسا مولود ہم نے اپنی طرف نہیں سنا کہ جس میں راگ و باجا اور مسہری ہوتی ہو۔" (فتح الموحد: حصہ اوّل: ص ۸۶،۸۷)

محفلِ میلاد میں جس طرح کی خرافات ہوتی ہیں ان سے کون واقف نہیں۔ بے ریش لڑکے غلط سلط نعتیں پڑھتے ہیں، موضوع اور من گھڑت قصے کہانیاں جن کا حدیث وسیرت کی کسی کتاب میں کوئی وجود نہیں، بیان کی جاتی ہیں۔ شور وشغب ہوتا ہے، نمازیں غارت ہوتی ہیں اور نا معلوم کیا کیا ہوتا ہے۔

کاش! آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جو "بدعت" ایجاد کی گئی تھی اس میں کم از کم آپ کی عظمت وتقدس ہی کو ملحوظ رکھا جاتا۔

غضب یہ کہ سمجھایا جاتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافاتی محفلوں میں بہ نفس نفیس تشریف بھی لاتے ہیں۔ فَیَا غُرْبَةَ الْإِسْلَامِ (ہائے اسلام کی بے چارگی!)

جشن عید میلاد النبی:

اگر چہ "میلاد" کی رسم ساتویں صدی کے آغاز سے شروع ہو چکی تھی اور لوگوں نے اس میں بہت سے امور کے اضافے بھی کیے، لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ

اسے ''عید'' کا نام دیتا۔ کیوں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ
''میری قبر کو عید نہ بنانا۔'' (مشکوٰۃ: ص ۸۶ بہ حوالہ نسائی)

مگر اب چند سالوں سے اس سالگرہ کو ''عید میلاد النبی'' کہلانے کا شرف بھی حاصل ہو گیا ہے ❶۔

دنیا کا کون مسلمان اس سے ناواقف ہوگا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے ''عید'' کے دن مقرر کیے ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو بھی ''عید'' کہنا صحیح ہوتا اور اسلام کے مزاج سے یہ چیز کوئی مناسبت رکھتی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اس کو ''عید'' قرار دے سکتے تھے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ پسندیدہ چیز ہوتی تو آپ نہ سہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہی آپ کے یوم ولادت کو ''عید'' کہہ کر ''جشن عید میلاد النبی'' منا ڈالتے، مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے دو ہی نتیجے نکلتے ہیں یا یہ کہ ہم اس کو ''عید'' کہنے میں غلطی پر ہیں یا یہ کہ نعوذ باللہ ہمیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی خوشی ہے، مگر صحابۂ کرام خصوصاً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو کوئی خوشی نہیں تھی۔ انھیں آپ سے اتنا عشق بھی نہیں جتنا ہمیں ہے۔

ستم یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخ ولادت میں تو اختلاف ہے۔ بعض ۹ ربیع الاول بتاتے ہیں، بعض ۸ ربیع الاول اور مشہور ۱۲ ربیع الاول ہے۔ لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ۱۲ ربیع الاول ہی کو ہوئی۔ گویا ہم نے ''جشن عید'' کے لیے دن بھی تجویز کیا تو وہ جس میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے داغِ مفارقت دے گئے۔ اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ تم لوگ ''جشن عید'' آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ پر مناتے ہو یا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (نعوذ باللہ) وفات کی خوشی میں؟ تو شاید

---

❶ دو تین سال کا عرصہ ہو رہا ہے کہ کراچی میں بریلویوں کی بعض مساجد میں عید میلاد النبی کی نماز تک پڑھی جاتی ہے۔ اس بدعت کی ایجاد میں ''سنی پادریوں'' کا ''مرکز فیضان'' سرفہرست ہے۔

ہمیں اس کا جواب دینا بھی مشکل ہوگا۔

بہر حال اس دن کو ''عید'' کہنا معمولی بات نہیں، بلکہ یہ صاف تحریف فی الدین ہے۔ دین سے بغاوت ہے اور بغاوت کی سزا اہلِ علم جانتے ہیں کہ اسلام میں کیا ہے۔ اس لیے کہ ''عید'' اسلامی اصطلاح ہے اور اسلامی اصطلاحات کو اپنی خودرائی سے غیر منقول جگہوں پر استعمال کرنا دین میں تحریف و بغاوت ہے۔

باب ⑧

نعتیہ اشعار میں کفریہ کلمات

جیسا کہ پہلے لکھا جاچکا ہے کہ مولود کی پہلی کتاب عربی میں ابن دحیہ اندلسی نے ۶۰۴ھ میں لکھی تھی، جس پر سلطان اربل سے انھیں ایک ہزار اشرفیاں انعام میں ملی تھیں۔ پھر بعد میں بہت سوں نے عربی، فارسی، ترکی، اردو وغیرہ میں بھی مولود کی بہت سے چھوٹی بڑی کتابیں تصنیف کیں۔

بریلوی مولوی عبدالسمیع ''انوار ساطعہ'' میں لکھتے ہیں:

''پس اسی طرح وہ جو روایتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کی بابت اور وقائع میلاد و صنائع وغیرہ کی بابت صحابہ رضی اللہ عنہم میں متفرق منتشر تھیں ایک وقت وہ آیا کہ محدثین کے دل میں آیا ان کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے، تب محدثین نے ان کو جمع کیا، وہ رسالے بن گئے، سیکڑوں رسائل میلادیہ تصنیف ہوگئے۔ ازاں جملہ مولود شریف حافظ شمس الدین محدث دمشقی کا ہے، ''مورد الصادی فی مولد الہادی'' اور لکھا محمد ابن عثمان لولوی دمشقی نے ''الدر المنظم فی مولد النبی الاعظم'' اور لکھا امام القراء والمحدثین ابن جزریؒ نے ''عرف التعریف فی مولد الشریف'' اور لکھا مجد الدین صاحب قاموس نے ''نفحات العنبریہ فی مولد خیر البریہ''۔ سب کا نام لکھنا طول کو پہنچانا ہے۔ غرضے کہ علامہ سخاویؒ اور ابن حجرؒ وغیرہ محدثین ہر کسی نے شریک ہونے اس خیر میں اور جمع کردینا اس قسم کی روایات ایک الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظماً ونثراً اپنی مایہ سعادت سمجھا اور پڑھنے لگے وہ رسائل محافل میں۔ پھر فارسی زبان میں اور بلاد رومیہ میں ترکی زبان میں اور ہندوستان میں ہندی زبان میں ترجمہ ہوکر پڑھے جانے لگے۔'' (انوار ساطعہ: ص۱۵۳)

لیکن مولوی صاحب شاید یہ لکھنا بھول گئے کہ اس کی ابتدا عالموں نے کی تھی اور انتہا جاہلوں پر ہوئی۔ شروع میں روایات ضعیفہ کم درج ہوتی تھیں اور اب ضعیف بلکہ موضوع روایتوں کی بھرمار ہے۔ یقین نہ آئے تو مولود سعیدی، مولود سعدی، مولود شہیدی وغیرہ رسایل میلادیہ ملاحظہ ہوں۔

غیر مستند روایات کا پردہ چاک:

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مؤرخ اسلام حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ کو کہ انھوں نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد سوم کی دوسری اشاعت میں ''معجزات نبوی کے متعلق غیر مستند روایات'' کے ذیل میں اس پر خوب بحث کی ہے اور صفحہ ۴۰۵ سے ۴۳۳ تک تقریباً ان تمام روایتوں کا پردہ چاک کیا ہے، جن سے مولود کے یہ اردو رسایل بھرے ہوئے ہیں اور جنھیں جاہل مولود خواں شوق سے پڑھتے ہیں اور عوام ذوق سے سنتے ہیں۔ بلکہ ان رسایل میلاد و معراجیہ میں ان سے بھی زیادہ جھوٹی بلکہ شرم ناک روایتیں موجود ہیں۔ انھیں نقل کرنا فضول ہے۔ رسایل عام ہیں، جس کا جی چاہیے دیکھ کر تصدیق کرلے۔

وہ تو نثر کی ترقی کا حال تھا اور نظم میں ترقی کا یہ عالم ہے کہ ایمان دار کے لیے ''نعوذ باللہ'' کے کلمات پڑھنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

خدا کا کوئی ہم نشین نہیں:

چوتھی صدی ہجری کا واقعہ ہے، جو موضوعات کبیر: ص ۱۳ میں حضرت امام علی قاریؒ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ بغداد میں کسی واعظ نے حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھائے گا۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے سنا تو برہم ہو کر اپنے دروازے پر لکھ دیا:

''خدا کا کوئی ہم نشین نہیں۔''

لیکن آج میلاد اور معراج کی مجلسوں میں جس مولود خواں کو دیکھیے مولود سعدی،

مولود سعیدی، گلدستۂ معراج کا یہ شعر پڑھتا ہوا ملے گا۔

خدا رخ سے پردہ اُٹھاتا ہے آج
محمد کو جلوہ دکھاتا ہے آج
دکھاتا ہے کیا مرتبہ قرب کا
کہ زانو سے زانو ملاتا ہے آج

حضور علیہ السلام کو خدا کا درجہ:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا ہم نشین بتایا جاتا ہے اور کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی؟ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت بدتمیزی کے ساتھ اللہ کا ہم نشین بنانے کا شعر تھا۔ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا بنانے کا شعر بھی پڑھ لیجیے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اُتر پڑا تھا مدینہ میں مصطفٰی ہو کر

اس میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا ہی بنا دیا ایسے لوگ مؤحد ہو سکتے ہیں؟

اسی طرح مولود شہیدی کے مصنف غلام امام شہید نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخمس (وہ نظم جس میں ہر بند پانچ مصرعوں کا ہو) میں خدا بنایا ہے اور مولود خواں اس کو اکثر پڑھا کرتے ہیں۔ مخمس کا وہ خاص شعر یہ ہے:

فرماتا ہے تجھ سے خدا دل میں نہ دکھ اپنے خودی
تیری نگین طبع پر میری حقیقت ہے کھدی
جب عین وحدت کی صفت خالق نے اپنے تجھ کو دی
من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
ناکس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اسی طرح اور لوگوں کے بھی بہت سے اشعار ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

شب و روزان کے صاحب زادوں کا گھوارہ جنباں تھا
عجب ڈھب یاد تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا
پئے تسکین خاطر صورت پیراہن یوسف
مدکو. جو بھیجا حق نے سایہ رکھ لیا قد کا

....

طواف کعبہ مشتاق زیارت کو بہانہ ہے
کوئی ڈھب چاہیے آخر رقیبوں کی خوشامد کا

....

بر آسماں چہارم مسیح بیمار است
تبسم تو برائے علاج درکار است

....

اللہ کے پلے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے لے لوں گا محمد سے

....

میلادیہ اشعار میں گستاخیاں:

بعض خدا ترس میلاد کرنے والے بھی اس کی شکایت کرتے ہیں۔ مثلاً حافظ عبداللہ صاحب کان پوری مرحوم نے مجموعہ مولود شریف میں تحریر کیا ہے:

''اب اس زمانے کے شاعر بڑی بے ادبی اور نہایت گستاخی کرتے ہیں۔ اپنے اشعار کے اندر کہیں بت، کہیں مست شراب، کہیں چرواہا کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کو غضب اور جادوگر اور شوخ اور کافر بتاتے ہیں اور کوئی بے باک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کنہیا کہتا ہے (1) کوئی کہتا ہے خدا تو محمد ہوا اور

---

(1) چناں چہ مولود کی مشہور کتاب شمع لاہوت بزم ملکوت کے ص ۱۴ پر ہے:

خبر لیجیو موری علی جی کے بھیا کالی کملی والے کنہیا

کنہیا ہندوؤں کا بھگوان ہے۔

محمد خدا ہو گیا۔ خدا بدن ہو گیا اور محمد جان ہو گیا۔ کوئی خدا کو دولہا اور محمد کو دلہن سے تشبیہ دیتا ہے، کوئی محمد کو بعینہٖ خدا بتاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھ کو اللہ میاں نے یہ دولت گناہ کرنے کے بخشا۔ کوئی کہتا ہے کہ میں تو محمد کا عاشق ہوں اور خدا کا رقیب ہوں۔" (مجموعہ مولود شریف: ص ۵۹)

اور حاشیے میں لکھا ہے:

"بعض شعرا بے ادب نے آپ کی شان مبارک میں مثل لفظ جاناں وہوش ربا وستم گر باندھا ہے۔ کسی نے رہ زن، سفاک، غارت گر، جلاد، برہم زن، خدا کی پناہ کیا بے باکی ہے۔ شعر درست ہو جائے، ایمان رہے یا جائے، کچھ پروا نہیں۔ اور غضب تو یہ ہے کہ جن اشعار میں یہ لفظ ہیں ان کو مولود خواں پڑھا کرتے ہیں۔ دیکھو! حضرت خضر اور جبرئیل امین اور یعقوب و موسیٰ (علیہم السلام) کی شان میں شعرا نے کیسے کیسے الفاظ تحریر کیے اور بے ادبی کے شعر کہے ہیں، کوئی کہتا ہے:

حضرتِ خضر ذرا عشق میں مر کر تو دیکھیں

کوئی کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت لکھنے کے واسطے ہے:

روشنائی بنا لیجیے اگر ہے منظور
پھر نہیں ملنے کا جبرئیل امین سا مزدور
پینے کے لیے ہو دیدہ یعقوب کھرل [1]

بعض نسخے میں ہے:

دیدۂ حضرت موسیٰ ہو پر نور کھرل

خدا کی پناہ ایسی حمد ونعت کو جس میں انبیا کی نسبت بے ادبی اور استخفاف (حقیر سمجھنا) شان لازم آئے خاک ثواب ہو گا؟ بلکہ یہ تو گناہِ کبیرہ ہے۔ قایل (کہنے/ پڑھنے والا) ایسے اشعار کا بے شک کافر ہو جاتا ہے۔ کیا عرض کیا

[1] کھرل: پتھر کی کونڈی جو دوائیں پیسنے اور حل کرنے کے کام آتی ہے۔

جائے! مولود شریف کی جس کتاب کو دیکھیے سوائے چار پانچ رسالوں کے سب میں کچھ نہ کچھ خرابی اور گستاخانہ ''مواد'' موجود ہے۔ مثلاً مولود شریف جدید مؤلفہ صوفی بیان معراج شریف میں یہ اشعار موجود ہیں، جن کو اکثر مولود خواں پڑھتے ہیں۔

دیوانہ زلف تھا سلیمان — اور عشق میں مو بہ مو پریشان
یونس بھی جو منتظر کھڑا تھا — مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا
تھا تشنہ لبی سے خضر بے تاب — دیدار سے ہوگیا وہ سیراب
اور نوح غریق لجۂ غم — دیکھ اس کو ہوا خوشی سے توام
یعقوب کو جو دیا دکھائی — بینائی چشم پھر کے آئی
یوسف جو کھڑا تھا پیشتر سے
دیکھا اُسے چاہ کی نظر سے

غور وفکر کا مقام ہے کہ یہ الفاظ ادنا بزرگ کی نسبت کہنا بے ادبی ہے کہ کھڑا ہوا تھا اور تڑپ رہا تھا، چہ جائے کہ انبیا علیہم السلام کی ذاتِ مقدسہ پر جن پر وحی الٰہی آتی ہے اور تمام جہاں سے افضل ہیں (ان کو کہا جائے)۔ الخ''

(مجموعہ مولود شریف: ص ۶۰، ۵۹)

آگے سنیے:

یہ لوگ محفلِ میلاد میں کیا کیا رنگ روپ اپناتے ہیں اور کس قسم کے اشعار کو راگ ولعب میں پڑھتے ہیں؟ ذرا اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

ہے محشر میں کافی وسیلہ تمہارا
تم آقا ہو میرے میں بندہ تمہارا

اس شعر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بندہ اپنے آپ کو بنایا ہے۔ حالاں کہ یہ شعر قرآن وحدیث کے صریح خلاف ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتَابَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ. (سورۂ آل عمران:۷۹)

''کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دے کتاب اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر، لیکن یوں کہے کہ تم اللہ والے ہو جاؤ۔''

حضور علیہ السلام کے فرمان کے خلاف شعر:

حدیث میں آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا یقولن احدکم عبدی وامتی کلکم عبید اللّٰہ.

(مسلم: ج ا،ص ۲۳۸)

''تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ میرا بندہ اور میری بندی — تم سب اللہ کے بندے ہو۔''

دوسری حدیث میں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔''

(بخاری کتاب المغازی)

وعن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبد اللّٰہ ورسولہ. (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ: ص ۴۱۷)

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ میری مدح و تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو، جس طرح نصاریٰ نے ابن مریم (کی تعریف میں) حد سے تجاوز کیا۔ میں تو خدا کا بندہ ہوں، لہٰذا تم مجھ کو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔''

غور فرمایئے! خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ جب

رسول اللہ کا بندہ ہے تو پھر کیا رسول کا کوئی بندہ بھی ہوسکتا ہے؟ ہر گز نہیں۔ لیکن بریلوی اپنے آپ کو رسول کا بندہ کہتے ہیں۔

ندا تھی کہ سرکار تشریف لاؤ
دو عالم کے مختار تشریف لاؤ
زمین کو بھی عزت ہو عرش علا کی
دکھا جاؤ بندوں کو صورت خدا کی

اس شعر میں اللہ تعالیٰ کی شکل ثابت کی جارہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل مبارک اللہ تعالیٰ کے برابر بتائی جارہی ہے۔ کیا یہ کفریہ اشعار نہیں؟

اس پر ایک مسئلہ بھی پڑھتے چلیے:

جس نے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کو کسی مخلوق کی صفت سے مشابہ کیا وہ اللہ سے کافر ہوا۔ (عین الہدیہ: ج۱، ص۴۔ عقاید کا بیان)

حضور یوسف علیہ السلام کے ساتھ گستاخی:

یوسف بھی ان کی غلامی میں ہے
دیکھا دیکھا زلیخا ہمارا نبی ہے

اس شعر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ثابت کیا گیا ہے۔ جب کہ حدیث میں اس طرح کہنے کی ممانعت آئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لا تخیروا بین الانبیاء. (بخاری: ج۱، ص۳۲۵)

''تم لوگ باہم انبیا میں ایک دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو۔''

کفریہ عقیدہ:

پردہ انسان میں آکر دکھانا تھا جمال
رکھ لیا نام محمد تاکہ رسوائی نہ ہو

اس شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارکہ کو اللہ تعالیٰ کا اوتار بتا دیا۔ کیا یہ کلمات کفریہ نہیں؟ ہم یہودیوں اور عیسائیوں کی طرح نہیں کہ ہم کہیں خدائے پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا تھا۔ کیوں کہ یہ عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

حضور علیہ السلام کی پیدائش کا انکار:

عرب میں چاند نکلے گا جہاں میں روشنی ہوگی
بتوں کے ملک میں اللہ والا ہونے والا ہے

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش نہیں ہوئی، اب پیدا ہونے والے ہیں۔

یہ چند اشعار نمونے کے طور پر پیش کیے ہیں۔ جو زبان پر آیا نکال دیا اور جو دل میں اس کو اگل دیا، کچھ سوچتے نہیں کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ بے دھڑک ایسے اشعار پڑھ لیتے ہیں۔

فتاوائے احناف:

یہ ہے محفلِ میلاد۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے محافل میں آتے ہیں؟ یہ ایسے کلمات ہیں جو کفریہ کلموں پر مشتمل ہیں۔ اسی وجہ سے علمائے حنفیہ کا یہ فتویٰ ہے کہ

''اکثر جاہل میلاد خواں ایسے اشعار پڑھتے ہیں، ان اشعار کے کفریہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں اور حرام سے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔''

(عین الہدایہ: ج ۴، ص ۲۲۴)

دوسرا فتویٰ:

''جو لوگ میلاد میں راگ کے اشعار پڑھتے ہیں تو یہ پڑھنا اور سننا حرام ہے اور پڑھنے والوں پر خوف شدید ہے (کفر کا)۔'' (عین الہدایہ: ج ۴، ۲۲۴)

ان حضرات کو اس فتوے پر نظر رکھنی چاہیے، کیوں کہ آج کل پیشہ ور نعت خواں اس راگ ور ہن میں اللہ ورسول کا نام لے کر دوسرے مذاہب کے گستاخوں کو دعوتِ

گستاخی دے رہے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار پڑھنا کوئی بری بات نہیں ہے۔ حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اوران کے دشمنوں کے جواب میں اشعار کہا کرتے تھے، لیکن ایسے اشعار جس سے دوسرے انبیا علیہم السلام کی توہین ہوتی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا ہم نشین بنادے، ایسے اشعار سے تو اللہ کی پناہ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار کہنا فرض یا واجب نہیں ہے۔ جو نہیں کہیں گے تو اسلام کے دایرے سے باہر نکل جائیں گے، لیکن ہاں! اس قسم کے کفریہ اشعار کہنے، سننے اور سراہانے سے ضرور اسلام کے دایرے سے باہر نکل جائیں گے۔

چودھویں صدی ہجری میں مولود کی برکت سے نعت گوئی کا یہ مختصر نمونہ ہے۔ ایسے تو ہزار ہا اشعار ہیں جس میں خدا کی توہین، فرشتوں کی توہین، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور دیگر انبیا علیہم السلام کی توہین صاف موجود ہے۔ اسی طرح مجلسِ میلاد نے بہ لحاظ کتب میلاد نثر میں بھی اور نظم میں بھی پہلے سے بہت کچھ (منفی) ترقی کی ہے۔ میلاد کرنے کرانے والے علما کی خاموشی، نعت خوانوں کی جہالت اور سننے والوں کی بے حسی کا اگر یہی حال رہا تو آیندہ خدا جانے کیا کیا مزید ''ترقی'' ہوگی۔

باب ⑨

محفلِ میلاد میں قیام

اور

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان مجالس میں آنا

محبوبِ خدا کو مردودِ خدا پر قیاس کرنا:

مجلسِ میلاد کے حامی اور بریلوی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اس مضمون پر کچھ کہنے سے پہلے تو مجھے دکھ اس بات کا ہے کہ اپنے اس عقیدے کو سچ ثابت کرنے کے لیے یہ جو دلایل پیش کرتے ہیں وہ قابل افسوس ہیں۔ خاص کر یہ کہنا کہ

> ''خدا نے جب شیطان کو اتنی طاقت دی ہے کہ وہ آن واحد میں دور اور نزدیک پہنچ جاتا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی اس قوت کا ہونا اور ایک وقت میں اکثر جگہ مجالس میلاد میں پہنچنا کون سی بڑی بات ہے؟''
>
> (انوارِ ساطعہ: ص ۵۵-۵۴)

یہ امر کس قدر قابل افسوس ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو مردودِ خدا کی جنس پر قیاس کیا جاتا ہے، یہ بڑی جرأت کی بات ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا قرآن کی کسی آیات اور کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں۔ بریلوی حضرات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف مثال دے کر ثابت کرتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر شیطان کا ایک وقت میں بہت سی جگہ حاضر ہونا۔ اب دیکھا جائے تو اس طرح ہر کلمہ گو شیطان سے کروڑہا درجے افضل ہے۔ تو کیا ہر مسلمان کہیں بھی شیطان کی طرح حاضر ہو سکتا ہے؟

مشکوٰۃ شریف میں ''باب فی الوسوسۃ'' حدیث نمبر ۶۱ میں حضرت انس رضی اللہ عنہٗ سے روایت اور بخاری و مسلم کی صحیح حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہے۔

اب بتایئے! ایک مسلمان کسی انسان کی رگوں میں خون کی طرح جاری وساری ہوسکتا ہے؟

عقاید کے مسایل مثالوں اور اندازوں سے طے نہیں ہوتے، اس کے لیے قرآن اور حدیث سے دلایل دینے پڑتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر ناظر ہیں یا نہیں؟

اس نکتے پر غور کرنے کے لیے سب سے پہلے ''حاضر وناظر'' کا مطلب سمجھ لینا ضروری ہے۔ یہ دونوں عربی کے لفظ ہیں۔ جن کے معنی ہیں ''موجود اور دیکھنے والا۔'' اور جب ان دونوں کو استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے مراد ہوتی ہے ''وہ شخصیت جس کا وجود کسی خاص جگہ میں نہیں بلکہ اس کا وجود بہ یک وقت ساری کاینات کو محیط ہے اور کاینات کی ایک ایک چیز کے تمام حالات اول سے آخر تک اس کی نظر میں ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ''حاضر وناظر'' کا یہ مفہوم صرف اللہ تعالیٰ کی ذات مبارکہ پر صادق آتا ہے اور یہ صرف اسی کی شان ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ آپ روضۂ اطہر میں استراحت (آرام) فرما ہیں اور دنیا بھر کے مشتاقانِ زیارت وہاں جاکر حاضری دیتے ہیں۔ اس لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ کہ آپ ہر جگہ موجود ہیں اور کاینات کی ایک ایک چیز آپ کی نظر میں ہے، یہ عقیدہ عقلی اعتبار سے صحیح نہیں تو شرعاً کیسے درست ہوگا؟

حاضر وناظر ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کو کسی دوسری شخصیت کے لیے ثابت کرنا غلط ہے۔ لفظِ ''یا'' حرفِ ندا ہے، یعنی کسی حاضر اور موجود شخص کے نام

سے پہلے ''یا'' لگانا جائز ہے۔ مثلاً آپ کا دوست معاویہ آپ کے پاس ہے، اس کو پکارتے وقت ''یا معاویہ'' کہیں گے، لیکن اگر کوئی شخص اس نیت سے یارسول اللہ کہتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ ہر شخص کی ہر جگہ سنتے ہیں، اسی طرح رسول بھی حاضر وناظر ہیں اور ہر شخص کی ہر جگہ سنتے ہیں، یہ عقیدہ غلط ہے۔ قرآن کریم، حدیث نبوی اور فقۂ حنفی میں اس کی کوئی گنجایش نہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ.

''اور وہی ہے (اللہ) ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔''

ہر چیز پر محیط ہونا (یعنی ہر چیز کا احاطہ کرنا یا گھیرنا) اس ذات کے لیے زیبا ہے جو ہر جگہ بے مثل طور پر موجود ہے۔ اسی کا علم مکمل ہوگا اور اس کی شان اکمل ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کے لیے محیط ہونا ضروری ہے اور چوں کہ محیط ہونا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، پس صفت حاضر وناظر بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

قرآن پاک میں ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (سورۂ مجادلہ: ۷)

''کیا تو نہیں دیکھتا؟ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ نہیں ہوتے تین سرگوشیاں کرنے والے مگر اللہ تعالیٰ ان کا چوتھا ہوتا ہے اور نہیں کرتے سرگوشیاں پانچ مگر چھٹا ان کا اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اور نہیں ہوتے اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے جہاں وہ ہوتے ہیں اس کے بعد قیامت کے دن ان کو ان کے عملوں کی خبر دے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب چیز کا جاننے والا ہے۔''

طرزِ استدلال:

تین افراد سرگوشیاں کرنے والوں میں چوتھا اللہ تعالیٰ کا موجود ہونا اور پانچ افراد میں چھٹا رب قدوس کا ہونا، نیز اس کی معیت لازمہ (ساتھ ہونا) اس کے حاضر ہونے پر اور قیامت کے دن مخلوق کے ہر عمل کی خبر دینا اس کے ناظر ہونے پر کھل کر دلالت کرتے ہیں۔

چونکا دینے والا کفریہ انکشاف اور بریلوی شیعہ اتفاق:

بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی اپنے مسلک کی نمایندگی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''ہر جگہ حاضر وناظر ہونا خدا کی صفت ہرگز نہیں۔''

ہے نا چونکا دینے والی بات؟ صرف اتنا ہی نہیں موصوف آگے لکھتے ہیں کہ

''خدا کو ہر جگہ ماننا بے دینی ہے، ہر جگہ حاضر ہونا تو رسولِ خدا کی ہی شان ہو سکتی ہے۔'' (جاء الحق: ص ۱۵۳)

بالکل یہی عقیدہ شیعوں کا بھی ہے:

''اللہ کو حاضر وناظر کہنا بے دینی ہے۔'' (جلاء العیون: ج ۲، ص ۸۵)

''محمد اور آل محمد ہر جگہ حاضر وناظر ہیں، یہ انہی کی صفت ہے نہ کہ اللہ کی۔''

(جلاء العیون: ج ۲، ص ۸۵)

مسئلۂ حاضر وناظر فقۂ حنفی کی روشنی میں:

فقۂ حنفی کی مشہور ومستند کتاب فتاویٰ عالمگیری: ج ۲، ص ۴۱۲ میں یہ مسئلہ لکھا ہے:

''ایک جوان نے عورت سے نکاح کیا، لیکن گواہ حاضر نہیں ہوئے تو اس نے کہا کہ میں نے خدا اور رسول کو گواہ بنالیا ہے یا کہا کہ خدا اور فرشتوں کو گواہ کیا ہے تو کافر ہو جائے گا۔ اور اگر کہے دائیں بائیں طرف کے فرشتوں (کراماً کاتبین) کو گواہ بنایا ہے تو کافر نہیں ہوگا۔''

قارئین کرام! اگر اس کو توجہ سے پڑھیں تو اس نتیجے پر پہنچنا کچھ مشکل نہیں کہ

یہاں کفر کے فتوے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا فرشتوں کے عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھا ہے۔ ہاں اگر دائیں بائیں رہنے والے فرشتوں کو گواہ بنا دے تو کافر نہ ہوگا، کیوں کہ وہ ہر وقت اس کے پاس رہتے ہیں۔ مگر اتنا یاد رہے کہ نکاح ان دو فرشتوں کو گواہ بنانے سے بھی نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب فتاویٰ بزازیہ میں لکھا ہے:

''ہمارے علما نے فرمایا ہے کہ جو شخص کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہیں اور وہ سب کچھ جانتی ہیں، ایسا شخص کافر ہے۔''

(بزازیہ برحاشیہ فتاویٰ عالمگیری: ج ۲، ص ۳۲۶)

اُمید ہے کہ جن انصاف پسند بھائیوں کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ تھا اب وہ ختم ہوگیا ہوگا، لیکن پھر بھی اگر کسی کے دل کی تسلی نہ ہوئی ہو تو وہ شیخ الحدیث امام اہلِ سنت حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی کتاب ''تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر'' اور ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' کا مطالعہ کریں۔ ان شاء اللہ سب سوالوں کے جواب مل جائیں گے اور سارے وسوسے دور ہو جائیں گے۔

حضور علیہ السلام کو قیام پسند نہیں:

اگر ایک لمحے کے لیے یہ مان لیا جائے محفلِ میلاد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لاتے ہیں تو بھی نبی کو اپنی آمد پر کسی کا کھڑا ہونا پسند نہیں تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے بڑھ کر اور کوئی محبوب نہ تھا، لیکن جب وہ آپ کو دیکھتے تھے تو قیام نہ کرتے تھے۔ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ آپ اس قیام کے عمل کو مکروہ سمجھتے تھے۔'' (رواہ الترمذی: ج ۲، ص ۱۰۰ وقال ہذا حدیث حسن صحیح۔

مسند احمد: ج ۳، ص ۱۵۱۔ ادب المفرد: ص ۱۳۸)

اس صحیح حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے قیام کو پسند نہ فرماتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم باوجود اس کے ان کو آپ سے انتہائی محبت تھی، قیام نہ کرتے تھے۔

عجیب بات ہے کہ جس چیز کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی پسند نہ کرتے ہوں اور کمالِ محبت کے باوجود حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس پر عمل نہ کرتے ہوں (جب کہ بہ نفس نفیس آپ موجود بھی تھے اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر بھی آتے تھے) تو پھر آج جب کہ آپ کا کسی مجلسِ میلاد میں آنا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں اور نہ کسی کو نظر آتے ہیں تو پھر کس طرح قیام کو فرض اور واجب قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور قیام نہ کرنے والے کی کس طرح تکفیر کی جاتی ہے؟

نبی کی بات مانیں تو شیطان کو کیسے خوش کریں گے؟

چلیے! یہ تو ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام کو پسند نہیں فرماتے تھے، اس لیے محفلِ میلاد میں قیام نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان مجلسِ میلاد میں تشریف لاتے ہیں، یہ مجلسِ میلاد کے منعقد کرنے والوں کا عقیدہ ہے، جو پہلے گلے پھاڑ پھاڑ کے نعتیں پڑھتے تھے، اب لاؤڈ اسپیکر پر پڑھ کے لوگوں کے کان کے پردے پھاڑتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (سورۂ حجرات:۲) ❶

"اے ایمان والو! تمہاری آواز نبی کی آواز سے اونچی نہ ہو اور نہ نبی سے اس طرح اونچی آواز سے بات کرو جیسے تم آپس میں اونچی آواز سے بات کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضایع ہو جائیں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔"

---

❶ یہ آیت روضۂ اطہر میں بھی لکھی ہوئی ہے، تاکہ سلام پڑھنے والے اس کو مدنظر رکھیں کہ آواز اونچی نہ ہو۔ (شریفی)

اب جناب کیا کریں، اب تو آپ پھنس گئے۔ نبی کا احترام کرتے ہیں اور قرآن کے حکم پر عمل کرتے ہیں تو لوگوں کو نعتیں کیسے سنائیں گے اور اگر نبی کا احترام کریں تو لوگوں تک آواز نہیں جائے گی۔ اب کیا کریں؟ جب نعت خواں گلے پھاڑ کر یا اسپیکر کی مدد سے لوگوں کے کان پھاڑ کر مجموعہ مولودِ شریف اور وعظ شریف کا یہ شعر پڑھے گا:

اب سید انام کا ذکر ظہور ہے
تعظیم کا مقام ہے اُٹھنا ضرور ہے

مولود سعیدی کا یہ شعر ؎

اب راحتِ قلوب کا ذکر ظہور ہے
دعویٰ ہے عاشقی کا تو اُٹھنا ضرور ہے

مولود سعدی کا یہ شعر ؎

عرش اور کرسی جھکے تسلیم احمد کے لیے
اُٹھ کھڑے ہو مومنو! تعظیم احمد کے لیے

مولود شریف کا شعر ؎

اُٹھو! وقتِ تعظیم احمد ہے یہ
بیان ظہور محمد ہے یہ

ایسے سیکڑوں اشعار مولود کی کتابوں میں موجود ہیں جو میلاد میں قیام کو فقہ کے مقابلے میں فرض یا واجب بتاتے ہیں۔ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجوگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی قیام نہیں کیا، کیوں کہ یہ عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناپسندیدہ عمل کو یہ واجب بتاتے ہیں۔ افسوس صد افسوس ان کے عقیدے پر۔

باب ⑩

محفلِ میلاد میں قیام

علما کا اختلاف اور اُن کے فتاوے

محفلِ میلاد کی طرح میلاد میں قیام سے اختلاف کرنے والے بہت ہیں، لیکن یہاں چند مخالفین کے اقوال نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہوں:

① علامہ محمد ابن علی دمشقی شامی رحمہ اللہ جو مجوزین میلاد کے امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کو اپنا شیخ کہتے اور خود بھی مولود کو بدعتِ حسنہ فرماتے تھے، وہ قیام مولود کے مخالف تھے۔ چناں چہ سیرت شامی میں صاف فرماتے ہیں، جسے موافق اور مخالف سب ہی نے نقل کیا ہے:

> ''اکثر محبین کی عادت ہے کہ جب وہ ذکر ولادت سنتے ہیں تو تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں، حالاں کہ یہ قیام بدعت ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔''

② علامہ قاضی شہاب الدین دولت آبادی حنفی رحمہ اللہ، صاحبِ تفسیر ''بحر مواج'' جو نویں صدی ہجری میں ایک بڑے عالم گزرے ہیں، سلاطین شرقیہ جون پور نے ان کو ''ملک العلماء'' کا خطاب دیا تھا، وہ مجلسِ میلاد کے مخالف تھے اور قیام میلاد کے بھی۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

> ''اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہو جاتے اور خیال کرتے ہیں کہ آپ کی روح آتی ہے اور حاضر ہوتی ہے، ان لوگوں کا یہ گمان باطل بلکہ یہ اعتقاد شرک ہے اور بے شک آئمۂ اربعہ رحمہم اللہ نے ایسی باتوں سے منع کیا ہے۔''

③ علامہ شیخ محمد ابن فضل اللہ جون پوری رحمہ اللہ ''بہجۃ العشاق'' میں فرماتے ہیں کہ

''عوام جو ذکر ولادت خیر الانام علیہ السلام کے وقت (قیام) کرتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں بلکہ مکروہ ہے۔''

④ علامہ قاضی نصیر الدین گجراتی برہان پوری رحمہ اللہ نے ''طریقۃ السلف'' میں لکھا ہے کہ

''بے شک بعض جاہل مشائخ نے اکثر ایسی باتیں نکالی ہیں جو نہ قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے۔ ان ہی میں سے ذکر ولادت حضور علیہ السلام کے وقت قیام بھی ہے۔''

⑤ شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسی کتاب ''فتاویٰ حدیثیہ'' میں ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

''بہت سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر ولادت کے وقت محفل میں کھڑے ہوتے ہیں، یہ بدعت ہے۔ کیوں کہ اس سلسلے میں کوئی حدیث وغیرہ نہیں آئی ہے (اس لیے یہ گناہ ہے)۔ البتہ عوام معذور سمجھے جاسکتے ہیں کہ انھیں علم نہیں ہے، لیکن اس کے برعکس خواص (یعنی جاننے والے لوگ) معذور نہیں ہیں۔'' (فتاویٰ حدیثیہ: ص۶۹)

⑥ حضرت مولانا عبدالحی صاحب حنفی لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ نے مجموعہ فتاویٰ میں فرمایا ہے:

''باقی رہا قیام کرنا جو وقتِ ذکر ولادت کے کرتے ہیں، میرے نزدیک یہ بے اصل ہے اور ادلۂ شرعیہ سے ثابت نہیں۔'' (ج۱، ص۳۳۹)

محفل میلاد میں قیام پر بریلوی علما کے متضاد فتاوے

① مولوی عبدالسمیع صاحب محمد ابن یحییٰ مفتی حنابلہ سے اپنی تائید میں نقل کرتے ہیں کہ

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر کے وقت قیام کرنا واجب

ہے۔" (انوار ساطعہ: ص۲۵۰)

② مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں کہ

"یہ مسلمانوں پر محض بہتان ہے کہ وہ قیام میلاد کو واجب سمجھتے ہیں۔ نہ کسی عالم دین نے لکھا کہ قیام واجب ہے اور نہ تقریروں میں کہا، عوام بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ قیام اور میلاد کارِثواب ہے، پھر آپ ان پر واجب سمجھنے کا الزام کس طرح لگاتے ہیں؟" (جاء الحق: ص۲۴۵)

مولوی عبدالسمیع کا واجب کہنا اور گجراتی کا اس کے خلاف کہنا، بتایے! کس کی بات معتبر ہے؟ مولوی عبدالسمیع کی کتاب پر تو احمد رضا بریلوی کی تصدیق بھی ہے۔ اب گجراتی صاحب احمد رضا کے دین کو چھوڑ کر خود ان ہی کے فتویٰ سے اسلام سے خارج ہو گئے۔

③ اہلِ بدعت کے مشہور و معتبر مجموعہ فتاویٰ یعنی غایۃ المرام کے صفحہ ۵۵، ۵۶، ۶۷، ۷۱ میں صاف لکھا ہے کہ

"حضور علیہ السلام ہر محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں، تعظیم کے واسطے کھڑے ہونا فرض ہے، قیام نہ کرنے والا کافر ہے۔"

لیجیے! ایک اور فتویٰ۔ اس سے تو مولوی عبدالسمیع بھی کافر ہو گئے اور احمد رضا بھی۔ اس لیے کہ انور ساطعہ میں واجب لکھا ہے اور احمد رضا نے اس کی تائید کی ہے۔ ساتھ گجراتی بھی کافر ہو گئے، انھوں نے تو کہا ہے اس طرح کی بات سمجھنا ہم پر بہتان ہے۔

④ جامع الفتاویٰ: ص۴۱۶، ج۵ املا نظام الدین ملتانی بریلوی میں ہے:

"مجلس میلاد میں بہ وقت صلوٰۃ وسلام قیام کرنا مستحب و مستحسن ہے اور ایک صورت میں واجب بھی ہے۔"

بتایے! آج پتا ہی نہیں کہ شریعت کا حکم کیا ہو گا۔ اور پتا بھی کیسے چلے؟ جب دین پڑھا ہو تو سمجھیں۔

محفلِ میلاد پر علما کے فتاوے:

محفلِ میلاد کی تاریخ سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ یہ ایک بدعت ہے اور بدعت کے مضمون پر اسی کتاب میں کافی کچھ لکھا بھی گیا ہے۔ اس کے علاوہ محفلِ میلاد کی خرابیاں، ان میں پڑھے جانے والے کفریہ اور شرکیہ اشعار کے بارے میں بھی چند مثالیں پیش کی گئیں۔ نیز محفلِ میلاد میں قیام کے بارے میں بھی آپ کو بتا دیا گیا۔ اب آخر میں چند بڑے بڑے علما کے فتوے بھی نقل کر دیتا ہوں، جنھیں محفلِ میلاد کے حامی بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کے دوسرے فتوں پر (کافی حد تک) عمل بھی کرتے ہیں اور انھیں قبول بھی کرتے ہیں:

① علامہ شیخ تاج الدین فاکہانی مالکی رحمہ اللہ جو اکابر علمائے امت میں سے ہیں، سب سے پہلے انھوں نے مجلسِ میلاد سے اختلاف کیا تھا اور انھوں نے ردمولود میں ایک رسالہ بھی لکھا تھا، جس کا نام ہے ''المورد فی الکلام مع عمل المولد۔'' اس میں یہ فرماتے ہیں:

> ''نہیں جانتا میں اس مولود کے لیے کوئی اصل نہ کتاب سے نہ سنت سے اور نہیں منقول ہے یہ عمل ان علمائے امت سے جو پیشوایانِ دین ہیں اور جو پوری قوت آثار سلف صالحین کو تھامنے والے ہیں، بلکہ یہ مولود بدعت ہے۔ ایجاد کیا ہے اس کو اہلِ باطل نے اور خواہشات نفسانی نے اور اس کا اہتمام کیا ہے شکم پرستوں (کھاو پیر پیٹوؤں) نے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جب دائر کیا جائے اس پر احکام خمسہ کو تو کہا جائے گا کہ یہ مولود کرنا یا تو واجب ہے یا مستحب یا مباح یا مکروہ یا حرام۔ اور اس کے واجب نہ ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے اور یہ مستحب بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ مستحب وہ ہے جس کا شریعت مطالبہ کرے بعد مذمت کے اس کے ترک پر اور شرع میں اس کا حکم واذن (اجازت) نہیں اور نہیں کیا اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے، نہ تابعین متدینین نے اور یہی جواب عرض کروں گا میں حق جل وعلا کے حضور میں اگر مجھ سے اس کا سوال ہوا۔ اور

مباح بھی نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ایجاد فی الدین مباح نہیں ہے بہ اجماع مسلمین۔ پس نہیں باقی رہا بجز اس کے کہ مولود مکروہ ہو یا حرام (۱)۔"

(۲) حافظ ابوالحسن علی ابن فضل مقدسی مالکی رحمہ اللہ جو بہ قول ابن نجار آئمہ دین میں سے تھے اور ان کا میلادی کتاب کے پہلے مصنف ابن دحیہ سے بھی سابقہ پڑ چکا تھا، وہ اپنی کتاب "جامع المسایل" میں فرماتے ہیں:

"عمل مولود سلف صالح سے منقول نہیں ہے اور وہ قرونِ ثلاثہ کے بعد برے زمانے میں ایجاد ہوا ہے اور جس عمل کو سلف نے نہیں کیا اس میں ہم خلف کی پیروی نہ کریں گے، اس لیے کہ ہمیں سلف کی اتباع کافی ہے۔ پھر ابتداع کی کیا حاجت ہے۔"

(۳) علامہ ابوعبداللہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ جو علامہ تقی الدین سبکی رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں اور جن کی علمی جلالت پر فریقین کا اتفاق ہے، اپنی مشہور و مقبول کتاب "المدخل" میں تحریر فرماتے ہیں:

"اور من جملہ ان بدعات کے جن کو لوگوں نے ایجاد کیا اور باوجود اس کے اعتقاد کرتے ہیں کہ افضل عبادات و شعایر سے ہیں، وہ چیز ہے جو ربیع الاول میں کرتے ہیں یعنی مجلسِ مولود، حالاں کہ وہ بدعات و محرمات پر مشتمل ہے (حتیٰ کہ مفاسد بیان کرنے کے بعد کہا) یہ سب مفاسد و قبائح مرتب ہیں۔ مولود کے کرنے پر جب اس کو راگ کے ساتھ کریں اور اگر راگ سے خالی ہو صرف کھانا کیا جائے اور اس سے نیت مولود کی ہو اور بھائیوں کو دعوت دی جائے اور کوئی خرابی نہ ہو جن کا پہلے ذکر ہوا تو بھی وہ بدعت ہے۔ اس لیے کہ یہ دین میں زیادتی ہے، سلف کا معمول نہیں ہے۔ حالاں کہ ہمارے لیے سلف کے نقش قدم کی پیروی ہی بہتر ہے اور سلف صالحین میں سے کسی سے منقول نہیں کہ انھوں

(۱) یعنی اگر محرم میں جو کام ہوتے ہیں تعزیہ بنانا ڈھول پیٹنا، رنڈیا نچوانا وغیرہ ایسے کام ۱۲ربیع الاول کو میلاد کے نام سے جو ہو رہے ہیں تو حرام اور ڈھول وغیرہ [illegible] مکروہ۔

نے بہ نیت مولود ایسا کیا ہو۔‘‘

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’ماثبت بالسنۃ‘‘ میں اس اصلاحی کوشش پر ابن الحاج رحمہ اللہ کو دعا دی ہے، فرماتے ہیں کہ

’’بے شک ابن الحاجؒ نے المدخل میں اس پر زبردست رد کیا ہے، جو لوگوں نے بدعتوں اور ہوا وہوس اور حرام مزامیروں سے گانا بجانا عمل میلاد کے وقت نکال کر مقرر کر رکھا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ابن الحاجؒ کو ان کی اچھی نیت کا ثواب دے اور ہم کو راہِ سنت پر چلائے۔‘‘

④ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ (جن کی جلالت وامامت کی شہادت علامہ سیوطی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ جیسے ان بزرگوں نے بھی دی ہے) اپنی بہترین کتاب ’’الصراط المستقیم‘‘ میں فرماتے ہیں کہ

’’اور ایسے ہی ہے وہ (عمل مولود) جس کو ایجاد کیا ہے بعض لوگوں نے یا تو ’’میلادِ مسیح‘‘ میں نصاریٰ کی نقل اتارنے کے واسطے اور یا بہ سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت کے۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے بہ ذریعہ کامل اتباع کے آپ کی عظمت ومحبت کا حکم دیا ہے نہ کہ ان بدعتوں کا کہ آپ کے یوم ولادت کو عید بنایا جائے۔ حالاں کہ ولادت کی تاریخ میں لوگوں کا اتفاق بھی نہیں۔

پس یہ ’’عمل مولود‘‘ نہیں کیا اس کو سلف نے باوجودے کہ بہ سبب (جواب بیان کیا جاتا ہے) اس وقت بھی موجود تھا اور کوئی منع کرنے والا بھی نہیں تھا اور اگر اس میں خیر ہی خیر ہوتا یا خیر کا پہلو نکلتا تو سلف صالحین ہم سے زیادہ اس کے کرنے کے حق دار تھے، اس لیے کہ وہ ہم سے کہیں زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ومحبت کرتے تھے اور امور خیر پر ہم سے بہت زیادہ حریص تھے اور آپ کی محبت وعظمت کا کمال تو بس آپ کے احکام کی پیروی اور آپ کی سنتوں کی ترویج میں ہے اور آپ کی شریعت کے پھیلانے اور اس کے لیے دل وزبان اور ہاتھ سے کوشش کرنے میں ہے، کیوں کہ یہی طریقہ ہے سابقین

اولین انصار ومہاجرین اور ان کے تابعین کا۔“

⑤ علامہ شمس الدین ابن قیم حنبلی رحمہ اللہ (علامہ سیوطیؒ اور ملا علی قاریؒ نے جن کی جلالت وامامت کی شہادت دی ہے) اپنی بے نظیر کتاب ”زاد المعاد“ میں فرماتے ہیں:

”اور نہ خاص کیا جائے وہ مکان جس میں پہلی وحی نازل ہوئی اور نہ زمانے کے ساتھ کسی شے کے اور جو شخص کہ خاص کرے مکانوں اور زمانوں کو اپنی طرف سے واسطے عبادت کے بہ نسبت اس کے یا کسی اور وجہ سے، وہ ہو جائے گا جنس اہلِ کتاب سے اور اس کا یہ عمل نصاریٰ کا سا ہوگا۔“

مطلب یہ یہودی ہو جائے اور ساتھ نصاریٰ کا عمل جیسا کام ہوگا۔ العیاذ باللہ!

⑥ قاضی شہاب الدین حنفی دولت آبادی رحمہ اللہ ”تحفۃ القضاۃ“ میں لکھتے ہیں:

”اور جہلا (جاہل کی جمع، جاہل لوگ) جو ہر سال ماہِ ربیع الاول میں کرتے ہیں وہ کوئی چیز نہیں۔“

⑦ شیخ عبدالرحمٰن مغربی حنفی رحمہ اللہ اپنے فتاوے میں لکھتے ہیں:

”بے شک مولود کرنا بدعت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفا اور آئمہ نے اس کو نہ کہا نہ کیا۔“ (شرعۃ الالہیۃ)

⑧ امام نصیر الدین شافعی رحمہ اللہ نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ

”مولود نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ وہ سلف صالح سے منقول نہیں اور وہ بے شک قرونِ ثلاثہ کے بعد برے زمانے میں ایجاد ہوا ہے اور ہم اس چیز میں بعد والوں کی پیروی نہیں کرتے جس کو سلف نے نہیں کیا۔ اس لیے کہ سلف کی اتباع کافی ہے، پھر ایجاد بدعت کی کیا حاجت ہے۔“ (شرعۃ الالہیۃ)

⑨ شیخ الحنابلہ علامہ شرف الدین احمد حنبلی رحمہ اللہ معروف بہ ابن قاضی جبل (بہ قول مؤلف فتح الموجد: ص ۱۵۹ شیخ جزریؒ نے جن کی بہت تعریف کی ہے)

لکھتے ہیں کہ

''یہ جو بعض امرا ہر سال محفلِ میلاد منعقد کرتے ہیں، پس باجود اس کے مشتمل ہونے کے تکلفاتِ شنیعہ پر وہ فی نفسہٖ بدعت ہے۔ اس کو ان اہلِ ہوا (نفس پرستوں) نے ایجاد کیا ہے جو صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ اَمر (حکم) کو جانتے ہیں نہ ممانعت کو۔''

⑩ شیخ نور الدین شرالمسی رحمہ اللہ نے ''شرح مواہب لدنیہ'' میں شب قدر اور شب ولادت وغیرہ میں باہم فضیلتوں کے مقابلے پر بڑی بحث کر کے آخر میں لکھا ہے:

''بے شک نص نے (صاف اور واضح) کیا ہے۔ شارع (پیغمبر) نے فضیلت شب قدر پر اور نہیں تعرض (برابری کرنا) کیا شب میلاد اور اس کے امثال سے اور ان کی فضیلت پر کوئی دلیل قایم نہیں فرمائی۔ پس ہم پر واجب ہے کہ اکتفا کریں حکم شارع پر اور نہ پیدا کریں کوئی بدعت اپنی طبیعت سے۔''

⑪ علامہ حسن ابن علی رحمہ اللہ کتاب ''طریقہ فی رد اہل البدعۃ'' میں لکھتے ہیں:

''جاہل صوفیوں نے ماہِ ربیع الاول میں جو مجلسِ میلاد نکالی ہے شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں، بلکہ وہ ''بدعت سیۂ'' ہے اور اس میں بہت برائیاں ہیں۔''

⑫ علامہ ابن حسن رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ

''عمل مولود سلف سے منقول نہیں اور سلف نے جس کام کو نہ کیا ہو اس میں بہتری نہیں۔'' (شرعۃ الالٰہیہ نقلاً عن الصواعق)

⑬ الشیخ احمد ابن محمد مصری مالکی رحمہ اللہ نے ''قول معتمد'' میں لکھا ہے کہ

''ساتھ ہی اس کے علما مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) نے مذمت عمل مولود پر اتفاق کیا ہے۔''

⑭ علامہ ابو القاسم عبد الرحمٰن ابن عبد الحمید مالکی رحمہ اللہ نے ''تکملۃ التفسیر'' میں لکھا ہے:

’’ربیع الاول میں عمل مولود کے لیے جو اہتمام کیا جاتا ہے وہ اس لائق ہے کہ اس کے کرنے والوں پر نکیر کرنا چاہیے۔‘‘

⑮ الشیخ محمد ابن ابی بکر مخزومی مالکی رحمہ اللہ صاحب ’’منہل شرح رافی‘‘ کتاب ’’البدع والحوادث‘‘ میں لکھتے ہیں کہ

’’منکرات قبیحہ اور مکروہات فصیحہ (دین کے اعتبار سے برے کام) میں سے اس زمانے میں عمل مولود ہے، جو بعض جگہ ہوتا ہے اور کوئی امت اگلے رسولوں کی تباہ نہیں ہوئی مگر دین میں نئی باتیں پیدا کرنے سے۔‘‘

⑯ علامہ علاء الدین ابن اسماعیل شافعی رحمہ اللہ ’’شرح البعث والنشور‘‘ میں لکھتے ہیں:

’’مولود بدعت ہے، اس کا کرنے والا قابل مذمت ہے۔‘‘

⑰ حافظ ابوبکر ابن عبدالغنی رحمہ اللہ مشہور بہ ابن نقطہ بغدادی اپنے فتاوے میں فرماتے ہیں کہ

’’بے شک عمل مولود سلف سے منقول نہیں اور جس کو سلف نے نہیں کیا اس میں خیر نہیں۔‘‘

⑱ صاحب ’’طریقۂ محمدیہ‘‘ نے ’’بیان بدعات‘‘ میں اپنی منہیات میں لکھا ہے کہ

’’(من جملہ بدعتوں کے) عورتوں کا مولود پڑھنا بلند آواز سے اس طرح کہ لوگ اس کو گھر کے باہر سنیں (جائز نہیں)۔‘‘

⑲ صاحب ’’نور الیقین‘‘ نے ’’شرعۃ الٰہیہ‘‘ میں لکھا ہے:

’’پس جان تو کہ بے شک خراب بدعت جو ملکوں اور شہروں میں رائج ہے محفلِ مولود ہے، کہ یہ نہیں ثابت ہے ادلہ شرعیہ سے اور نہ قرآن وحدیث سے۔‘‘

⑳ حضرت امام ربانی شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی حنفی رحمہ اللہ جو مشہور اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں وہ مجلسِ میلاد کی نہ صرف ناجائز صورت ہی کے مخالف تھے بلکہ اس کی جائز صورت کو بھی اُمت کی اصلاح کی وجہ سے مناسب نہیں

سمجھتے تھے۔ فرماتے ہیں:

''میرے محترم! میں سمجھتا ہوں کہ جب تک اس قسم کی محفلِ میلاد کا دروازہ بند نہ کیا جائے گا ہوس پرست باز نہیں آئیں گے۔''

(مکتوبات: مکتوب ۲۷۳، حصہ ۵، ج ۱، ص ۲۲)

اسی طرح اور بھی بہت سے علما ہیں، مثلاً علامہ ابن رجب آفندیؒ ''شرح طریقۂ محمدیہ''، علامہ فخرالدین خراسانیؒ صاحب تاریخ، امام شعرانیؒ صاحب تنبیہ وغیرہ یہ سب مجلسِ میلاد سے برابر اختلاف کرتے رہے ہیں۔ اس مختصر فہرست اور ان بعض علما کے اقوال سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

خلاصۂ فتاویٰ:

① مجلسِ میلاد سے اختلاف پرانی بات ہے۔

② اختلاف جاہل یا معمولی مولویوں نے نہیں بلکہ بڑے بڑے علما اور ائمۂ دین نے کیا ہے۔

③ اس اختلاف میں علمائے مذاہب اربعہ متفق ہیں۔

④ علما اور صوفیا دونوں نے اختلاف کیا ہے۔

مجلسِ میلاد کا اختلاف اتنا ہی پرانا ہے جتنی کہ یہ مجلسِ میلاد۔ اس سے اختلاف کرنے والے کسی عداوت کی وجہ سے نہیں بلکہ اہلِ اسلام سے ہمدردی اور ان کی اصلاح کی نیت سے اس بدعت سے روکتے تھے۔ اس لیے مجلسِ میلاد سے روکنا کوئی بری بات نہیں بلکہ یہ ایک اچھا کام ہے، جس پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ جیسے بزرگ نے ''ماثبت السنہ'' میں علامہ ابن الحاجؒ صاحب ''المدخل'' کو دعائے خیر دی ہے۔ تو ان مصلحین (اصلاح کرنے والوں) کا یہ فعل قابل تحسین ودعا ہے نہ کہ لائق نفرت وملامت، لیکن آج دیکھا جاتا ہے کہ پچھلے زمانے کے برعکس اب اصلاح کرنے والوں کو وہابی کہہ کر بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حالاں کہ

بدنام کرنے والے اگر انصاف سے خود دیکھیں تو ان کے علمائے مجوزین اپنی کتابوں میں مجلسِ میلاد کی جو حقیقت بیان کرتے ہیں وہ کچھ اور ہے اور جو آج کل کرتے ہیں وہ کچھ اور ہے۔ علما کی بتائی ہوئی مجلسِ میلاد اور مروجہ مجلسِ میلاد میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ عوام کی بے راہ روی کا جب حوالہ دیا جاتا ہے تو مجلسِ میلاد کرنے والے اور ان کے حامی علما یہ کہہ کر اپنی جان چھڑا لیتے ہیں کہ ہمیں عوام سے کیا مطلب؟ ان کی غلطیوں پر آپ ہمیں کیوں الزام دیتے ہیں؟ لیکن عجیب تماشہ ہے کہ عوام کی اصلاح نہ خود کرتے ہیں اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں بلکہ اعلان کردیتے ہیں یہ وہابی ہے۔ اس کی بات نہ سننا۔ اب اس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام اتنے آزاد ہوگئے ہیں کہ خود مجوزین میلاد کی ہمت نہیں ہوتی کہ ان ہی کے نزدیک جو باتیں شریعت کے خلاف ہیں اس سے عوام کو روکیں۔

غلام رسول سعیدی کی رائے:

مسلک بریلویہ کے شیخ الحدیث مولوی غلام سعیدی لکھتے ہیں کہ

''بعض شہروں میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس کے تقدس کو بالکل پامال کردیا گیا ہے۔ جلوس تنگ راستوں سے گزرتا ہے اور مکانوں کی کھڑکیوں اور بالکونیوں سے نوجوان لڑکیاں اور عورتیں شرکائے جلوس پر پھول وغیرہ پھینکتی ہیں۔ اوباش نوجوان فحش حرکتیں کرتے ہیں۔ جلوس میں مختلف گاڑیوں میں فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے اور نوجوان لڑکے فلمی گانوں کی دھنوں پر ناچتے ہیں۔ نماز کے اوقات میں جلوس چلتا رہتا ہے۔ مساجد کے آگے سے گزرتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اس قسم کے جلوس میلاد النبی کے تقدس پر بدنما داغ ہیں۔ ان کی اگر اصلاح نہ ہوسکے تو ان کو فوراً بند کردینا چاہیے، کیوں کہ ایک امر مستحسن کے نام پر ان محرمات کے ارتکاب کی شریعت میں کوئی اصل نہیں۔'' (شرح مسلم، کتاب الصیام: ج ۳،ص ۱۷۰)

مذہبی مجرا:

۱۲/ربیع الاول کو کراچی شہر کے علاقے نمائش چورنگی پر جو کچھ ہوتا ہے قابل افسوس ہے۔ میرا آنکھوں دیکھا واقعہ ہے کہ نمائش چورنگی پر ربیع الاول کے مہینے میں بہت رش ہوجاتا ہے، کیوں کہ وہاں ہمارے نام نہاد اسلامی بھائی اسٹیج لگا کر بڑے بڑے اسپیکروں میں رقصیہ نعتیں چلا رہے ہوتے ہیں۔ وہ بھی چورنگی کے دونوں اطراف میں اور الگ الگ نعتیں، وہ ایک عجیب مجموعۂ شور بن جاتا ہے۔ اس وقت جب تک آپ ٹریفک میں پھنسے رہیں گے ایک درد محسوس کریں گے، لیکن وہ درد آپ کے سر میں ہو رہا ہوگا۔ پھر چند اسلامی بھائی وہاں سے گزرنے والوں کو جھنڈیاں دیتے ہوئے جاتے ہیں۔ اگر اسے ڈرائیور یا موٹر سائیکل والا نہ پکڑ پائے تو وہ جھنڈی روڈ پر پھینک دیتے ہیں اور اس پر پیچھے سے آنے والا ٹریفک اپنے ٹایر کے نیچے روند ڈالتا ہے۔ جس جھنڈی پر لکھا ہوتا ہے ''سرکار کی آمد مرحبا۔'' کسی پر لکھا ہوتا ہے ''جشن عید میلاد النبی مبارک۔'' اکثر جھنڈیوں پر نقش نعل بنا ہوا ہوتا ہے۔ موٹر سائیکل پر یہ جھنڈیاں لگا کر چلانے والوں کی موٹر سائیکل سے یہ جھنڈیاں ہوا کے زور سے گر کے نیچے سڑک پر آجاتی ہیں۔ کیا یہ سب بے حرمتی والے اعمال نہیں؟ جہاں جہاں لاؤڈ اسپیکر میں نعتیں چل رہی ہوتی ہیں وہاں آس پاس کی بلڈنگوں میں نہ عورتیں نماز پڑھ سکتی ہیں، نہ قرآن کی تلاوت کرسکتی ہیں۔ جن بچوں کے اسکول یا کالج کے امتحانات ہونے ہوتے ہیں وہ اپنی پڑھائی نہیں کرسکتے۔ بوڑھے اور مریض الگ پریشان ہوتے ہیں۔ قریب مدرسوں کے طالب علم توجہ سے نہیں پڑھ پاتے۔ پھر وہاں مسجد نبوی اور کعبہ شریف کی نقل بنادی جاتی ہے۔ وہ الگ خرافاتیں ہوتی ہیں۔ کوئی تعظیماً ہاتھ باندھے کھڑا ہوتا ہے، کوئی ہاتھ اٹھا کے دعا مانگ رہا ہوتا ہے، کوئی منتیں مانگتا ہے تو کوئی وہاں کھڑا ہوا صلوٰۃ وسلام پڑھ رہا ہوتا ہے۔ کھارادر اور نمائش چورنگی پر خصوصاً اور پورے کراچی میں عموماً چوری کی بجلی سے (کنڈے لگا کر) چراغاں کیا جاتا ہے۔ پھر ان محفلِ میلاد میں عورتوں کا بے پردہ آنا، وہ بھی میک اپ کر کے نامحرم کے سامنے

اپنے حسن کی نمایش کرنا، ٹیلی وژن پر بے پردہ عورتوں کا نعتیں پڑھنا، محفلوں میں نعتیں پڑھنا اور ایسی نعتیں جن میں کفریہ کلام بھی شامل ہوتے ہیں یہ سب کس کے نام پر ہوتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر۔ کس کو خوش کرنا مقصود ہوتا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو!!!

دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے:

مجلسِ میلاد منعقد کرنے والے اور ان کے حامی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کیا یہ سارے اعمال صحیح ہیں؟ کیا واقعی اس طرح کی خرافاتی حرکتوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح خوش ہوگی؟ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی بے پردہ خواتین کے درمیان بھی تشریف لاتے ہوں گے؟ اپنی تعریف میں کہے گئے ایسے اشعار سے خوش ہوں گے جس سے اللہ رب العزت، دیگر انبیا علیہم السلام اور فرشتوں کی توہین ہوتی ہو؟ کیا آپ اپنی ان حرکتوں پر اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودگی اور ثواب کی امید رکھتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ یہ عمل کارِ ثواب نہیں، یقیناً عذاب جہنم میں لے جانے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ''جشن عید میلاد النبی'' کے نام پر خرافات رائج کردی گئی ہیں اور جن میں ہر آنے والے سال میں مسلسل اضافہ کیا جارہا ہے یہ اسلام کی دعوت، اس کی روح اور اس کے مزاج کے یکسر منافی ہے۔ میں اس تصور سے پریشان ہوجاتا ہوں کہ ہماری ان خرافات کی روئیداد جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پیش ہوتی ہوں گی تو آپ پر کیا گزرتی ہوگی؟ اور اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ان کا کیا حال ہوتا؟

بدعتی کی شفاعت نہیں ہوگی:

بہرحال یہ ایک بدعت ہی نہیں بلکہ دین میں بدترین تحریف بھی ہے۔ حضرت بکر ابن عبد اللہ المزنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری شفاعت میری ساری امت کے لیے ثابت ہوگی مگر بدعتی کے لیے نہیں ہوگی۔''

احمد رضا کا ارشاد:

اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی کہتے ہیں کہ

''ظاہر ہے کہ حکم حدیث وفقہ کے خلاف رواج پر اڑے رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہیے۔'' (احکام شریعت: ص ۱۲۴)

اس بحث کو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ایک ارشاد پر ختم کرتا ہوں، جو انھوں نے اسی مسئلے میں اپنے مرشد حضرت شیخ باقی باللہ رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا ہے:

''انصاف کی نظر سے دیکھیے کہ اگر بالفرض حضرت ایشاں اس وقت دنیا میں تشریف فرما ہوتے اور یہ مجلس اور یہ اجتماع منعقد ہوتا، آیا آپ اس پر راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند فرماتے یا نہیں؟ فقیر کا یقین یہ ہے کہ اس کو ہرگز جایز نہ رکھتے۔ فقیر کا مقصود صرف امر حق کا اظہار ہے۔ قبول کریں یا نہ کریں، کوئی پرواہ نہیں اور نہ کسی جھگڑے کی گنجایش۔''

(مکتوبات امام ربانیؒ: دفتر اول مکتوب: ۲۷۳)

باب ⑪

جشن میلاد کی خرابی

کچھ عرصے سے ہمارے شہر کراچی سمیت پورے ملک میں ''عید میلاد النبی'' کے موقع پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنائی جاتی ہے اور جگہ جگہ بڑے بڑے چوکوں میں ماڈل بنا کر رکھے جاتے ہیں۔ لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور ''بیت اللہ'' کی خود ساختہ شبیہ کا طواف بھی کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں اور بڑے بڑے علامہ اور مشائخ کہلانے والوں کی نگرانی میں کرایا جا رہا ہے۔ فَيَا اَسَفَاهُ (ہائے افسوس)!

''جشن عید میلاد'' کی باقی ساری چیزوں کو چھوڑ کر اسی ایک منظر کا جائزہ لیجیے کہ اس میں کتنی قباحتوں کو سمیٹ کر جمع کر دیا گیا ہے۔

۱۔ فضول خرچی پر لعنت:

جشن عید میلاد النبی پر جو لاکھوں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے یہ محض اسراف وتبذیر اور فضول خرچی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قبروں پر چراغ اور شمع جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے، کیوں کہ یہ فضول کام ہے اور اللہ کے دیے ہوئے مال کو مفت ضایع کرنا ہے۔

ذرا سوچیے! جو مقدس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قبر پر ایک چراغ جلانے کو فضول خرچی کی وجہ سے منع کر دے اور ایسا کام کرنے والوں کو لعنتی قرار دیتا ہے اس کا ارشاد لاکھوں کروڑوں روپے کی فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ اور پھر یہ بھی دیکھیے کہ یہ فضول خرچی وہ غربت زدہ قوم کر رہی ہے جو روٹی، کپڑا اور مکان کے نام پر ایمان تک کا سودا کرنے کو تیار ہے۔ اس فضول خرچی کے بجائے اگر یہی رقم آں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے لیے غربا و مساکین کو خاموشی سے نقد دے دی جائے تو نمائش تو بلاشبہ نہ ہوتی مگر اس رقم سے سیکڑوں اُجڑے گھر آباد ہو سکتے تھے۔ ان سیکڑوں بچیوں کے ہاتھ پیلے کیے جا سکتے تھے جو اپنے والدین کے لیے سوہانِ روح (جان کو تکلیف دینے والی) بنی ہوئی ہیں۔ کیا یہ فضول خرچی اس قوم کے لوگوں کو سجتی ہے جس کے بہت سے افراد دو وقت کی روٹی سے بھی محروم ہیں؟ اور یہ سب کچھ کیا بھی جا رہا ہے تو کس ہستی کے نام پر؟ جو خود تو پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے مگر جانوروں تک کی بھوک و پیاس سن کر تڑپ جاتے تھے۔ جب ہم دنیا کی مقدس ترین ہستی کے نام پر یہ سارا کھیل کھیلیں گے تو لادین طبقے دین کے بارے میں کیا تاثر لیں گے؟ فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن نے "اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنِ" (شیطان کے بھائی) فرمایا ہے۔ مگر ہماری فاسد مزاجی نے اس کو اعلاترین نیکی اور اسلامی شعار بنا ڈالا ہے۔ افسوس صد افسوس!

۲۔ میلاد میں روافض اور نصاریٰ کی تقلید:

اس فعل میں شیعوں اور عیسائیوں کی تقلید ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم پیدائش پر "عید میلادِ مسیح" جسے عام زبان میں کرسمس (Christmas) کہتے ہیں، وہ بھی اپنے نبی کا یوم پیدائش بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں۔ تو سب سے پہلے تو اس میں عیسائیوں کی تقلید ہوگئی اور پھر شیعہ حضرات حضرت سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سالانہ برسی منایا کرتے ہیں اور اس موقع پر تعزیہ، علم، دلدل وغیرہ نکالا کرتے ہیں۔ انھوں نے جو کچھ حضرت حسین اور آل رسول رضی اللہ عنہم کے نام پر کیا وہی ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کرنا شروع کر دیا۔

انصاف کیجیے! اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کا ماڈل بنا کر اسے بازاروں میں پھرانا اور اس کے ساتھ روضۂ اطہر اور بیت

اللہ شریف کا سا معاملہ کرنا صحیح ہے تو روافض کا تعزیہ اور دلدل کے ڈرامے رچانا کیوں غلط ہے؟

افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت شیعوں نے ایجاد کی اور جو عمل عیسائی کرتے ہیں ہم نے ان کی تقلید کرکے ان کے عمل کو جائز قرار دے دیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

''جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں سے ہے۔'' (ابوداؤد)

یعنی قیامت کے دن اسی قوم کے ساتھ اس کا حشر ہوگا جس کی اس نے مشابہت اختیار کی یا اس کی تقلید کی۔ اب جشن عید میلاد النبی منانے والے سوچ لیں کہ قیامت کے دن وہ کس کے ساتھ اپنا حساب کتاب دینا پسند کریں گے؟ شیعوں کے ساتھ یا عیسائیوں کے ساتھ؟

۳۔ بیت اللہ اور روضۂ اطہر کی شبیہ اور احمد رضا کا فتویٰ:

اس بات پر بھی غور کیجیے کہ روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی جو شبیہ بنائی جاتی ہے وہ شیعوں کے تعزیے کی طرح محض جعلی اور مصنوعی ہے۔ جسے آج بنایا جاتا ہے اور کل توڑ دیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس میں اصل روضۂ اطہر اور بیت اللہ کی کوئی خیر و برکت منتقل ہو جاتی ہے یا نہیں؟

اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی اس چیز میں کیا کسی درجے تقدس پیدا ہو جاتا ہے؟

اگر اس میں کوئی تقدس اور کوئی برکت نہیں تو اس فعل کے محض لغو اور عبث ہونے میں کیا شک ہے؟

اگر اس میں تقدس اور برکت کا کچھ بھی اثر آ جاتا ہے تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟

کسی مصنوعی اور جعلی چیز میں روضۂ اقدس اور بیت اللہ شریف سے تقدس و برکت کا اعتقاد رکھنا اسلام کی علامت ہے یا جاہلیت کی؟

پھر روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر اگلے دن اسے توڑ پھوڑ دینا کیا ان کی توہین نہیں؟

فتاویٰ تعزیہ داری میں اعلیٰ حضرت احمد رضا خان نے شیعوں کے تعزیہ بنانے کو حرام لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''مگر اب اس نقل میں بھی اہلِ بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آیندہ اپنی اولاد یا اہلِ اعتقاد کے لیے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا ہے: اتقوا مواضع التهم اور وارد ہوا من كان يومن بالله واليوم الاخر فلايقضن مواقف التهم. لہٰذا روضۂ اقدس حضرت سید الشہداء کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے۔'' (رسالہ تعزیہ داری: ص ۵)

جب شیعوں کا تعزیہ بنانا حرام ہے تو سنیوں کا روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کا ماڈل بنانا کیسے جائز ہو گیا؟ اور روضۂ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنا کر اسے منہدم کرنے والوں کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

۴۔ حج کے لیے جانے کی ضرورت نہیں:

جس طرح شیعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تعزیے پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں اب رفتہ رفتہ عوام کالانعام (بے وقوف لوگ) اس نو ایجاد ''بدعت'' کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں۔ روضۂ اطہر کی شبیہ پر درود وسلام پیش کیا جاتا ہے اور بیت اللہ شریف کی شبیہ کا باقاعدہ طواف ہونے لگا ہے۔ گویا مسلمانوں کو حج و عمرے کے لیے مکّۂ مکرمہ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کے لیے مدینۂ منورہ جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے ان دوستوں نے گھر گھر میں روضے اور بیت اللہ بنا دیے ہیں، جہاں سلام بھی پڑھا جاتا ہے اور طواف بھی ہوتا۔ میرے قلم میں وہ طاقت نہیں کہ میں اس فعل کی قباحت و شناعت اور ملعونیت کو ٹھیک واضح کر سکوں۔

''تعریف'' کی قبیح بدعت:

ہمارے آئمۂ اہلِ سنت رحمہم اللہ کے نزدیک یہ فعل کس قدر قبیح ہے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لیے صرف ایک مثال کافی ہے کہ ایک زمانے میں ایک بدعت ایجاد ہوئی تھی کہ عرفہ کے دن جب حجاج کرام عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی مشابہت کے لیے لوگ اپنے شہر کے میدان میں نکل کر جمع ہوتے اور حاجیوں کی طرح سارا دن دعا وتضرع، گریہ وزاری اور توبہ واستغفار میں گزارتے۔ اس رسم کا نام ''تعریف'' یعنی عرفہ منانا رکھا گیا تھا۔ بہ ظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی، بلکہ یہ ایک اچھی چیز تھی۔ اگر اس کا رواج عام ہو جاتا تو کم از کم ایک سال بعد تو مسلمانوں کو توبہ و استغفار کی توفیق ہو جایا کرتی۔ مگر ہمارے علمائے اہلِ سنت (اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) نے اس بدعت کی سختی سے تردید کی اور فرمایا:

التعریف لیس بشی.

''اس طرح عرفہ منانا بالکل لغو اور بے ہودہ حرکت ہے۔''

شیخ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ۔ صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں:

''چوں کہ وقوف عرفہ ایک ایسی عبادت ہے جو ایک خاص مکان کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے یہ فعل اس مکان کے سوا دوسری جگہ جائز نہ ہوگا، جیسا کہ طواف وغیرہ جائز نہیں۔ آپ دیکھتے ہیں طواف کعبہ کی مشابہت کے طور پر کسی اور مکان کا طواف جائز نہیں۔'' (البحر الرائق: ج۲، ص۱۷۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ میری قبر کو عید نہ بنالینا۔ اس میں تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے، کیوں کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ یہی کیا تھا اور انھیں حج کی طرح عید اور موسم بنالیا تھا۔'' (حجۃ اللہ البالغہ)

الشیخ علی القاری رحمہ اللہ ''المناسک'' میں فرماتے ہیں کہ

''طواف کعبہ شریف کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس لیے انبیا و اولیا کے قبور کے گرد طواف کرنا حرام ہے۔ جاہل لوگوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں، خواہ وہ مشائخ وعلما کی شکل میں ہوں۔'' (بہ حوالہ الجنتہ لاہل السنۃ: ص ۷)

البحر الرائق، کفایہ شرح ہدایہ اور مراج الدرایہ میں ہے کہ

''جو شخص کعبہ شریف کے علاوہ کسی اور مسجد کا طواف کرے اس کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے۔'' (الجنتہ لاہل السنۃ: ص ۷)

ان حوالوں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ روضۂ اطہر اور کعبہ شریف کا ماڈل بنا کر ان کے ساتھ اصل کا سا جو معاملہ کیا جاتا ہے ہمارے اکابر اہلِ سنت کی نظر میں اس کی کیا حیثیت ہے۔

باب ⑫

بدعت حسنہ اور بدعت سئیہ کیا ہے؟

کہا جاتا ہے کہ اگر میلاد بدعت ہے تو یہ بدعتِ حسنہ ہے اور اس کی کئی مثالیں پہلے زمانوں میں پائی گئی ہیں۔ جیسا کہ کہ نمازِ تراویح کی جماعت ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو صرف تین دن باجماعت ثابت ہے۔ پھر عہدِ فاروقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے پورا مہینہ جماعت کا اجرا کیا اور باجماعت نماز ادا کرتے لوگوں کو دیکھ کر فرمایا:

نعمت البدعة هذه.

''یہ اچھی بدعت ہے۔''

اسی طرح ہی میلاد بھی ہے۔

جواب: نماز تراویح کو بدعت کہنا درست نہیں۔ کیوں کہ یہ بدعت تب ہوتی جب اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ثبوت ہی نہ ملتا۔ حالاں کہ ایسا نہیں، بلکہ دیگر کتبِ حدیث کے علاوہ خاص صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ذکر ہے کہ تین دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت تراویح پڑھائی، لیکن چوتھے دن تراویح کی جماعت کے لیے آپ تشریف نہ لائے جس کا سبب یہ بتایا:

خشيت ان تفوض عليكم فتعجزوا عنها.

''مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم پر فرض نہ کر دی جائے اور تم اس کی پابندی کے ساتھ ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔''

پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تراویح کی فرضیت کا خدشہ وحی کے ختم ہونے زایل ہوگیا تو فراست فاروقی نے الگ الگ

تراویح پڑھنے کی بجائے اتفاق واتحاد کی برکت کے پیش نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق باجماعت ادائیگی کا اجرا فرمایا اور اپنے ارشاد میں بدعت کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے وہ بھی اپنے متبادر و معروف معنوں میں نہیں ہے، بلکہ یہ مشاکلہ (یعنی شکلاً ملتا جلتا) ہے، جو کہ عربوں میں معروف تھا کہ ایسا لفظ استعمال کرنا جس سے اس کا اصل معنیٰ نہیں بلکہ کوئی دوسرا معنیٰ مراد ہوتا ہے۔

خود قرآن کریم میں اس مشاکلہ کی مثال موجود ہے۔ سورۂ بقرہ: آیت ۱۳۸ میں ارشادِ الٰہی ہے:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً.

''اللہ کا رنگ (دین اسلام) اختیار کرو اور اللہ سے اچھا رنگ کس کا ہوگا؟''

یہاں صبغہ سے مراد رنگ یا پاؤڈر نہیں بلکہ اسلام مراد ہے۔ اسی طرح قولِ فاروقی میں بدعت سے مراد ہے:

''گذشتہ ایام میں نہ پائی جانے والی چیز کو وجود میں لانا۔''

جب کہ یہ بھی نہیں کہ بالکلیہ سابق میں موجود نہ تھی، بلکہ اس کا اجرا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے پیش نظر ہی کیا گیا تھا۔

باب ⑭

بدعت کی تعریف

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے بعد جس طرح بدعت اور اہلِ بدعت کی تردید فرمائی ہے شاید ہی کسی اور چیز کی ایسی تردید فرمائی ہو اور حقیقت بھی یہی ہے، کیوں کہ بدعت سے دین کا اصلی حلیہ اور صحیح نقشہ بدل جاتا ہے اور اصل ونقل، حق و باطل میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی۔ قرآن نے صراحت سے اس بات کو بیان کیا ہے کہ دین کے مٹ جانے کے دو اصولی طریقے ہیں۔ کتمان حق (یعنی حق اور سچ بات کو چھپانا) اور تلبیس حق و باطل (یعنی حق اور باطل باتوں کے بارے میں فریب دینا)۔ اسی اختلاف اور تلبیس کی وجہ سے دینِ الٰہی لوگوں کی خواہشات اور اہوا (نفس) کا ایک کھلونا بن کر رہ جاتا ہے۔ جس کا جی چاہا کسی بھی چیز کو اپنی مرضی سے دین بنا دیا اور جس چیز کی خواہش ہوئی اس کو دین سے خارج کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا دین نہ ہوا بچوں کا کھیل ہو گیا (معاذ اللہ)۔

یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ کسی کام کے باعث ثواب اور موجب عذاب ہونے کا فیصلہ صرف باری تعالیٰ کا کام ہے اور اس تک لوگوں کو پہنچانا اور بیان کرنا نبی اور رسول کا کام ہے۔ اپنی مرضی اور خواہش سے کسی چیز کا کارِثواب اور کارِعذاب کہنے والا گویا دراصل اپنے لیے منصب الوہیت اور رسالت تجویز کرتا ہے (اللہ اپنی پناہ میں رکھے)۔

اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل اور مکمل نمونہ بنا کر ہمیں ہر کام میں آپ کی اتباع اور پیروی کرنے کا حکم دیا ہے اور ہمیں اپنی مرضی پر ہرگز نہیں چھوڑا۔ چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ

يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ. (سورۂ احزاب:۲۱)

''تمہارے لیے بھلی تھی سیکھنی رسول اللہ کی چال، اس کے لیے جو کوئی امید رکھتا ہے اللہ کی اور پچھلے دن کی۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو بہترین اور اعلا نمونہ قرار دے کر ہم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہم ہر معاملے میں، ہر ایک حرکت وسکون میں، ہر نشت و برخاست میں اور ہر قسم کی غمی اور خوشی کے معاملات میں آپ کے نقش قدم پر چلیں۔

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ. (سورۂ آل عمران:۳۱)

''تو کہہ! (1) اگر محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو، تا کہ محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے۔''

یہ آیت کریمہ اس بات کی صاف اور واضح دلیل ہے کہ اگر آج کسی جماعت یا شخص کو اپنے مالک حقیقی کی محبت کا دعویٰ ہے تو لازم ہے کہ اس کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی کسوٹی پر پرکھ کر اور جانچ کر دیکھ لینا چاہیے۔ سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔

آپ کے اس بہترین اسوہ اور ہدایت وسیرت کی اتباع کا نام سنت اور خلاف ورزی کا نام بدعت ہے۔ حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے خطبے میں جب کہ ہزاروں کا مجمع سامنے ہوتا تھا، پرزور اور بلند آواز سے یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ

''اما بعد! بہترین بیان اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور بہترین نمونہ اور سیرت

---

(1) اس طرح کے الفاظ پر کوئی آگ بگولہ نہ ہو، یہ اللہ کے کلام کا ترجمہ ہے اور اللہ خالق ہے، اس کے لیے نہایت مناسب ہے کہ ایسی بات کرے۔ (شریفی)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت ہے اور وہ کام برے ہیں جو نئے گھڑے جائیں اور ہر بدعت گم راہی ہے۔" (مسلم: ج۱،ص ۲۸۵)

اس حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ہدایت اور سیرت کا بدعت سے تقابل کر کے یہ بات واضح کر دی ہے کہ آپ کی سیرت اور نمونے کے خلاف جو کچھ ایجاد کیا جائے گا وہ سب بدعت ہوگا اور ہر بدعت گم راہی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر بدعت بری نہیں یعنی دنیاوی ایجادات بلکہ وہ بدعت بری ہے جو کتاب اللہ اور نبی کی سنت کے خلاف ہو۔ لہٰذا جو چیز کتاب وسنت کی روش کے خلاف نہ ہوگی وہ بدعت اور گم راہی نہیں۔ گم راہی سے اللہ تعالیٰ کبھی خوش نہیں ہوتا، بلکہ برائی کو مٹانے کے لیے اس نے حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث کیا اور ان پر کتابیں، صحیفے اور وحی نازل کی۔ حضرت امام نسائی رحمہ اللہ کی اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

"اور ہر گم راہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔" (سنن نسائی: ج۱،ص ۱۷۹)

بدعتی کی کوئی عبادت مقبول نہیں:

یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ بدعت کو تمام کائنات کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے اور ان کی تعظیم اور توقیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ان کی تمام عبادات کو بے کار فرمایا ہے، تاوقتے کہ وہ اپنی بدعت سے باز نہ آجائیں۔

چناں چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

"مدینۂ منورہ مقام عیر سے لے کر مقام ثور تک حرم ہے، سو جس نے اس میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔ نہ تو اس کی فرض عبادت قبول کی جائے گی اور نہ نفل۔"

(بخاری: ج۲،ص ۱۰۸۴۔ مسلم: ج۱،ص ۱۴۴)

اس حدیث میں حدودِ حرم کی قید محض تقبیح اور تشنیع کے لیے ہے۔ یہ قید احترازی

نہیں ہے کہ حرم مدینہ میں تو بدعت بری ہو اور اس سے باہر بری نہ ہو۔ جو چیز بدعت ہے وہ ہر جگہ اور ہر وقت بدعت ہی رہے گی اور بری رہے گی۔ ہاں البتہ شرفِ مکان یا فضیلت زمان کی وجہ سے اس کی برائی اور قباحت اور بڑھ جائے گی۔ مثلاً جھوٹ بولنا گناہ ہے، لیکن مسجد میں جھوٹ بولنا اور زیادہ گناہ ہے۔ اسی طرح بدعت بھی گناہ ہے، لیکن حدود حرم کے اندر بدعت زیادہ بڑا گناہ ہے۔

بدعت اور بدعتی کی تردید اور مذمت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا سخت الفاظ ہو سکتے ہیں جو جناب رؤف الرحیم اور رحمۃ للعالمین خاتم الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے نکلے ہیں۔ بدعت کی تردید کے لیے یہ روایتیں بالکل کافی ہیں، لیکن بہ طور شہادت چند روایتیں اور بھی ملاحظہ کر لیں۔

> ’’حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی کے عمل کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، تا وقتے کہ وہ اپنی بدعت کو ترک نہ کر دے۔‘‘
>
> (سنن ابن ماجہ: ص ۶)

بدعتی پر لعنت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

> ’’جس کسی نے مدینۂ طیبہ میں بدعت گھڑی یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہو، نہ اس کی نفل عبادت قبول ہو گی اور نہ فرض۔ بدعت جہاں بھی ہو بدعت ہی ہے۔ ہاں مدینہ طیبہ میں اس کے گناہ کا وزن زیادہ ہو گا، کیوں کہ وہ منبعِ رُشد و ہدایت ہے۔‘‘
>
> (بخاری: ج ۱، ص ۲۵۱)

بدعتی کی توقیر ناجائز ہے:

حضرت ابراہیم ابن مسیرہ رحمہ اللہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

''آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم وتوقیر کی تو اس نے اسلام کو گرانے پر اس کی مدد اور اعانت کی۔''

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مرسلاً بہ حوالہ مشکوٰۃ: ص ۳۱)

یہی وجہ تھی کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بدعت اور اہلِ بدعت سے سخت نفرت تھی۔

بدعتی کو سلام کا جواب نہ دینا:

چناں چہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کسی کا سلام لایا۔ آپ نے فرمایا:

''مجھے سلام بھیجنے والے کی یہ شکایت پہنچی ہے کہ اس نے کوئی بدعت ایجاد کی ہے؟ اگر واقعی اس نے کوئی بدعت ایجاد کی ہے تو میرا سلام اس کو نہ دینا۔''

(ترمذی: ج ۲، ص ۳۸۔ سنن دارمی: ص ۵۹۔ سنن ابوداؤد: ج ۲، ص ۲۷۸۔ سنن ابن ماجہ: ص ۳۰۴)

سنت میں میانہ روی بہتر ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ

''سنت میں میانہ روی اختیار کرنا بدعت میں کوشش کرنے سے بہتر ہے۔''

(مستدرک: ج ۱، ص ۱۰۳)

بدعتی کا دین سے کوئی تعلق نہیں:

حافظ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جس نے دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جس کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے نہیں دیا تو اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔'' (جامع العلوم والحکم: ص ۴۲)

بدعت کے لغوی معنی:

اردو کی مشہور لغت فیروز اللغات میں ہے:

بدعت: ① دین میں کوئی نئی بات یا نئی رسم نکالنا، نیا دستور یا رسم و رواج۔
② سختی، ظلم ③ جھگڑا فساد، شرارت۔ (ص ۱۹۴)

مصباح اللغات میں ہے:

البدعۃ: بغیر نمونے کے بنائی ہوئی چیز، دین میں نئی رسم۔ وہ عقیدہ یا عمل جس کی کوئی اصل قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں نہ ملے۔ (ص ۲۷)

حضرت امام نووی رحمہ اللہ بدعت کا لغوی معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ

كل شيء عمل على غير مثال سبق. (شرح مسلم: ج ۱، ص ۲۸۵)

''ہر وہ چیز جو کسی سابق نمونے کے بغیر کی جائے۔''

بدعت کے شرعی معنی:

حضرت حافظ بدر الدین عینی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بدعت اصل میں ایسی نو ایجاد چیز کو کہتے ہیں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نہ تھی۔'' (عمدۃ القاری: ج ۵، ص ۳۵۶)

حضرت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بغیر کسی سابق مثال اور نمونے کے ایجاد کی گئی ہو اور شریعت میں بدعت کا اطلاق سنت کے مقابلے میں ہوتا ہے، لہٰذا وہ بری ہی ہوگی۔'' (فتح الباری: ج ۴، ص ۲۱۹)

علامہ مرتضیٰ الزبیدی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''محدثة بدعة (کی حدیث) کا معنی یہ ہے کہ جو چیز اُصول شریعت کے خلاف ہو اور سنت کے موافق نہ ہو۔'' (تاج العروس: ج ۵، ص ۲۷۱)

مولانا سخاوت علی صاحب الحنفی جون پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''بدعت وہ کام ہے خواہ وہ عقیدے کا ہو کہ دین کا ہو اور آخرت کا نفع اور نقصان اس میں سمجھتے ہوں۔ ثابت نہ ہوا ہو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے۔'' (رسالہ تقویٰ: ص ۹)

بریلوی مقتداؤں کے اقوال:

اعلیٰ حضرت احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں:

''ظاہر ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفائے راشدین واحکام فقہ کے خلاف نکلی ہو وہ نئی بات (بدعت) ہے اس سے بچنا چاہیے۔'' (احکام شریعت: ص۱۲۴)

مشہور بریلوی محقق مولوی محمد صالح لکھتے ہیں:

''اصطلاحِ شریعت میں بدعت اس چیز کو کہتے ہیں جو اُمور دینیہ سے سمجھی جائے، مگر کسی دلیل شرعی سے اس کا ثبوت نہ ملتا ہو۔ نہ کتاب (قرآن مجید) سے، نہ احادیث سے، اجماع مجتہدین سے نہ قیاسِ شرعی سے ❶۔''

(تحفۃ الاحباب: ص۹۵)

سب سے پہلی بدعت:

تفسیر ابن کثیر- پارہ ۶ سورۂ مائدہ کے پہلے رکوع کی تفسیر میں حضرت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے:

''ایک شخص تھا، بڑا پابند دینِ خدا، ایک زمانے کے بعد شیطان نے اُسے بہکا دیا کہ جو اگلے کر گئے ہیں ویسی تم بھی کر رہے ہو، اس میں کیا رکھا ہے؟ اس کی وجہ سے نہ عام لوگوں میں تمہاری قدر ہوگی اور نہ شہرت۔ تمھیں چاہیے کہ کوئی نئی بات ایجاد کرو، اسے لوگوں میں پھیلاؤ، پھر دیکھو کیسی شہرت ہوتی ہے اور کس طرح جگہ جگہ تمہارا ذکر ہونے لگتا ہے۔ چناں چہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کی وہ باتیں لوگوں میں پھیل گئیں اور ایک زمانہ اس کی تقلید کرنے لگا۔ اب تو اُسے بڑی ندامت ہوئی اور اس نے ملک چھوڑ دیا اور تنہائی میں خدا کی عبادتوں میں مشغول ہوگیا، لیکن خدا کی طرف سے جواب ملا کہ ''صرف تیری ہی خطا ہوتی تو

---

❶ بریلوی لکھتے وقت معلوم ہوتا ہے بات سمجھتے نہیں ہیں۔ بے وقوفی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، جو لکھ رہے ہیں اس کے خلاف کر رہے ہیں اور اس کی ضد بھی لکھتے ہیں۔ (شریفی)

معاف کر دیتا، لیکن تو نے عام لوگوں کو بگاڑ دیا اور انھیں گم راہ کر کے چھوڑا، انھیں غلط راہ پر لگا دیا، جس راہ پر چلتے چلتے وہ مر گئے اُن کا بوجھ تجھ پر سے کیسے ہٹے گا؟ میں تیری توبہ قبول نہیں کروں گا۔''

بس جس نے شریعت میں کسی ایسی بات کو نکالا جو اس میں نہیں تھی تو اس نے اس شریعت کو ناقص سمجھا اور اپنی طرف سے ایک نئی شریعت بنالی۔ پھر اس کا عامل بنا اور دوسروں کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دے رہا ہے، تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے۔ بہ ظاہر تو وہ اپنے آپ کو فرماں بردار اور محبانِ رسول سمجھ رہا ہے، لیکن ایسا انسان سخت گم راہ ہے اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

بدعتی اہلِ اسلام میں سے نہیں:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بدعتی کی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، عمرہ، جہاد، صدقہ، فدیہ کچھ بھی اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا، بلکہ وہ اسلام سے ایسا باہر ہو جاتا ہے جیسے آٹے سے بال نکال لیا جائے۔'' (سنن ابن ماجہ: ص ۴۰)

میرے مسلمان بھائیو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کام نہیں کیا وہ کام اگر ہم نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے قیامت کے دن یہ نہیں پوچھے گا کہ ''تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟'' جسے ہم ثواب سمجھ کر کر رہے ہوں، لیکن اللہ رب العزت نے حشر کے میدان میں پوچھ لیا کہ ''یہ کام تم نے کیوں کیا تھا؟'' تو جواب دینا بھاری پڑ جائے گا، کیوں کہ اللہ کے سامنے بہانے بازی نہیں چل سکتی۔ بدعت دین میں کی گئی ہر اس ایجاد کو کہتے ہیں جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، آئمۂ اربعہ رحمہم اللہ نے نہ کیا ہو اور نہ کرنے کا حکم دیا ہو۔ جب انھوں نے یہ کام نہیں کیے تو ہم کیوں کریں اور اس پر ثواب کی امید کیوں کریں؟ ثواب تو فرض، واجب اور سنتوں کی ادائیگی پر اور حرام اور مکروہ باتوں سے بچنے پر ملا کرتا ہے۔ مباح کام پر تو نہ ثواب ہے اور نہ عذاب۔

تو میرے بھائیو! ان باتوں کا علم آپ کو قرآن اور حدیث کے مطالعے سے ہوگا یا پھر فقہ کی کتابوں سے۔ کیوں کہ اگر آپ کو کسی بھی بدعت سے روکا جاتا ہے تو اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہوتی ہے کہ ان بدعات کا حکم ہمیں قرآن و حدیث کے مطالعے سے نہیں ملتا، اگر ملتا تو یہ عمل بدعات میں نہ کہلاتا۔

جو کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا اور نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، ایسا کام دین سمجھ کر کرنا گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں نقص نکالنا ہے کہ ان باتوں کو معاذ اللہ! وہ سمجھ نہیں سکے، جن کو ہم ادا کر رہے ہیں۔ اللہ کی پناہ!

میرے محترم بزرگو اور دوستو! جن باتوں کی حشر کے میدان میں پوچھ گچھ ہونے والی ہی نہیں۔ ان باتوں میں نہ اُلجھیں، بلکہ جن باتوں کی حشر کے میدان میں پوچھ گچھ ہونے والی ہے ان باتوں پر عمل کریں۔ ان کے مسایل سیکھیں۔ اس بات کی فکر کریں کہ اپنے عمل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق بنائیں، تاکہ وہ اللہ کے دربار میں قبول ہوں اور ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہر مسلمان مرد و عورت کو ہر بدعت سے بچائے۔ آمین ثم آمین!

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”جو بات صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہ ہو ایسی نئی بات پر ایک زمانے کا اتفاق ہونا بھی تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے اور تو اُس طریقۂ سلف پر مضبوطی اختیار کرے، اللہ تیرا مددگار رہے۔ (فتاویٰ عالمگیری: ج۱،ص ۱۰۷)

جس فعل کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں شک ہو؟

پیش کردہ دلایل سے بحمد اللہ تعالیٰ سنت اور بدعت کی حقیقت اور اس کا حکم واضح سے واضح تر ہو گیا، لیکن بالفرض اگر کسی شخص کو کوئی اشتباہ باقی رہے یا کوئی صحیح رائے قایم کرنے سے قاصر ہو، تو ان کے لیے صحیح راہِ عمل صرف یہی ہے کہ وہ ایسے مشکوک اور مشتبہ کام کے پاس ہی نہ جائیں اور اگر کسی چیز کے بدعت اور سنت یا مستحب اور

مباح ہونے میں شبہ ہو تو اس سے بچنا ہی ان کے لیے صحیح راہِ عمل ہے اور یہ اتفاق علما ان کے لیے یہی طریقہ صحیح راہ نمائی کے لیے بالکل کافی ہے۔

چناں چہ حضرت وابصۃ ابن معبد رضی اللہ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"گناہ وہ ہے جو تیرے نفس میں کھٹکے اور تیرے دل میں تردّد واقع ہو، اگرچہ لوگ (اور نام کے مفتی) تجھے فتویٰ بھی دیدیں۔"

(رواہ احمد والدارمی بہ حوالہ مشکوٰۃ: ص۲۴۲)

حضرت عطیۃ السعدی رضی اللہ عنہ، فرماتے ہیں کہ

"جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ پرہیزگاروں کے رُتبے کو نہیں پہنچ سکتا، تاوقتے کہ وہ چیزیں نہ چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہیں۔ اس لیے کہ وہ ذریعہ بنتی ہیں ایسی چیزوں کا جن میں حرج ہے۔"

(رواہ الترمذی وابن ماجہ بہ حوالہ مشکوٰۃ: ج۱، ص۲۴۲)

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ، کو جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ارشاد فرمایا:

"تم بغیر علم کے کوئی حکم اور فیصلہ ہرگز صادر نہ کرنا اور اگر تم پر کسی چیز میں اشکال گذرے تو توقف کرنا، حتیٰ کہ تم اس کو اچھی طرح روشن پالو اور یا میری طرف خط لکھنا۔" (سنن ابن ماجہ: ص٦)

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ، روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی۔ ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں، ان کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جو شخص ان مشتبہات سے بچا تو اس نے اپنے دین اور عزت بچالی اور مشتبہات میں جا پڑا تو (گویا) وہ حرام میں جا پڑا، جیسے چراگاہ کے اردگرد جانوروں کو چرانے والا قریب ہے کہ چراگاہ میں

جا پڑے۔" (بخاری: ج ۱، ص ۱۳۔ ابن ماجہ: ص ۲۹۶)

ان روایات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جن امور میں شک واقع ہو ان میں اپنے دین اور عزت کو صرف اسی صورت میں محفوظ رکھا جا سکتا ہے کہ ایسے کاموں میں انسان دخل ہی نہ دے اور ان پر عمل کر کے اپنی ابدی زندگی کو برباد نہ کرے اور خلق خدا کو گم راہ ہونے سے بچائے۔ خصوصاً ایسے کام جو کفر اور شرک و بدعت کا ذریعہ بنتے ہوں۔ اور یہ معاملہ صرف یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تردّد اور اشتباہ والے کاموں سے بچنے کا صریح حکم ارشاد فرمایا ہے۔

چناں چہ حضرت حسن ابن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وہ چیز چھوڑ دے جو تجھے تردد اور اشتباہ میں ڈالے اور ایسی چیز اختیار کر جو تیرے لیے باعث تردد نہ ہو، کیوں کہ خیر باعثِ اطمینان اور شر باعث شک ہے۔" (مستدرک: ج ۲، ص ۱۲)

یہ صریح اور صحیح حدیث بھی اس امر کو روشن کر دیتی ہے کہ جس چیز میں تردد اور اشتباہ ہو (یعنی اس کے سنت اور بدعت ہونے میں شک ہو) تو ایسی چیز کو چھوڑنا ہی ضروری ہے۔

اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں تردد ہوا سے چھوڑ دیا جائے گا، اس لیے کہ بدعت کا چھوڑنا لازم اور ضروری ہے۔

(فتح القدیر: ج ۱، ص ۴۵۵، باب سجود السہو)

بحر الرائق میں ہے کہ جب کسی حکم کے متعلق سنت اور بدعت ہونے میں تردد ہو تو بدعت کو چھوڑنا سنت پر عمل کرنے کی بہ نسبت بہتر اور راجح ہوگا۔ (ج ۳، ص ۳۰)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ جو چیز سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو وہ چھوڑی جائے گی۔ (ج ۱، ص ۱۷۹)

شامی میں ہے کہ جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہو تو سنت کو

چھوڑنا اس بدعت پر عمل کرنے سے بہتر ہے۔ (ج ۱ ص ۶۰۰، مکروہات الصلوٰۃ)

علامہ برکلی الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

''تم جان لو کہ بدعت کا کام ترک سنت سے زیادہ مضر ہے۔ دلیل یہ ہے کہ حضرات فقہائے کرام رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دایر ہو تو اس کا ترک کرنا ہی ضروری ہوگا۔'' (طریقہ محمدیہ)

قاضی ابراہیم الحنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس کام کے بدعت اور سنت ہونے میں شبہ ہو اس کو چھوڑ دے، کیوں کہ بدعت کا چھوڑنا ضروری ہے اور سنت کا ادا کرنا ضروری نہیں۔''

(نفائس الازہار ترجمہ مجالس الابرار: ص ۱۲۹)

علامہ ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ تو یہاں تک لکھتے ہیں کہ

''جو چیز بدعت اور واجب اصطلاحی کے درمیان دایر ہو تو لازم ہے کہ اس کو سنت کی طرح ترک کر دیا جائے۔'' (بحرالرائق: ج ۲، ص ۱۶۵)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ فرماتے ہیں:

''بدعت گناہ سے زیادہ بڑی چیز ہے اور کفر بدعت سے بھی اگلے درجے میں ہے، بدعت کفر کے بہت قریب ہے۔'' (فوائد الفوائد: ص ۱۰۱)

حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں:

''بدعتی کے عمل کا ضرر کافر کی صحبت کے اثر سے زیادہ برا ہے۔''

(مکتوبات دفتر اول، مکتوب: ۵۴)

یہ عبارات اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ جب کوئی چیز ایسی ہو کہ اس میں سنت کے پہلو کے ادا کرنے سے بدعت لازم آتی ہو تو سنت کے پہلو سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اس کو مطلقاً ترک کرنا ضروری ہوگا، کیوں کہ اس کے ساتھ بدعت کا پہلو بھی شامل ہے۔ سنت تو خیر پھر سنت ہے، اگر کوئی چیز بدعت اور حضرات فقہائے کرام کے اصطلاحی واجب کے درمیان بھی دایر ہو تو اس کو بھی ترک کرنا لازم اور ضروری ہے،

کیوں کہ اس سے بدعت کے پھیلنے کا اندیشہ ہے۔

بدعت اتنی بری چیز ہے کہ شریعت مطہرہ کو اس کا وجود بالکل گوارا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بدعت کو ختم کرنے کے لیے مستحب، سنت اور حتی کہ واجب تک کی قربانی گوارا کرلی جائے گی، مگر بدعت کو ہرگز ہرگز فروغ نہیں دیا جائے گا۔

میرے مسلمان بھائیو! اگر آپ کو صحیح معنی میں اللہ رب العزت سے لگاؤ اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت ہے تو اس کا واحد طریقہ صرف یہ ہے کہ سنت کی اتباع کریں اور حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے نقشِ قدم پر چلیں۔ وہی عقاید اور اعمال اختیار کریں جو انھوں نے اختیار کیے تھے اور ان تمام عقاید اور اعمال سے بچیں جو انھوں نے نہیں کیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس قول:

> ''لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ مسجدوں میں اکھٹے تو ہوں گے لیکن ان میں ایک بھی مومن نہ ہوگا۔'' (مستدرک: ج ۴، ص ۴۴۳)

کے زمرے میں آجائیں۔

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اخلاص اور اتباعِ سنت کے ساتھ معمولی عبادت بھی مفید ہے، جب کہ بدعت کو دل میں جگہ دینے سے بڑی سے بڑی عبادت بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں منظور نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاصِ عمل اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے اور بدعتوں سے بچائے۔ آمین ثم آمین!

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا قول فیصل:

اولیا اللہ نے بھی ہمیشہ بدعتوں کے خلاف جدوجہد فرمائی ہے، اولیاے ہند کے تاج دار جن کو مجدیدت کا منصب عظمیٰ نصیب ہوا ہے، وہ کیا خوب فرماتے ہیں۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ بدعتوں میں بھی اچھی اور بری ہوتی ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہیں کہ میرے نزدیک بدعات میں

سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت نہیں دکھائی دیتی۔ سوائے اندھیرے اور بربادی کے بدعت میں اور کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ اگر آج بدعتیوں کی بینائی کم زور ہے اور وہ بدعت کو عمدہ اور اچھا دیکھتے ہیں تو کل قیامت کے دن جب کہ نگاہیں تیز کردی جائیں گی تو سوائے بربادی اور شرمندگی کے اور کچھ نہ ہوگا۔

حضرت مجدد صاحبؒ مزید فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بدعت کو گم راہی فرمایا ہے، پس معنیٔ حسن و بدعت چہ بود۔ مزید لکھتے ہیں کہ

''حدیث میں بدعت حسنہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے، پس ہر بدعت بری ہی ہوگی۔''

مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ

''جن کا نام بدعت حسنہ رکھا گیا ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی سنت کو ختم کرنے والی ہے۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول: حصہ سوم، ص ۷۳،۷۲)

بدعت حسنہ کے نام پر نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں سے منحرف ہونے والے اولیاء اللہ کے صاف ستھرے آئینے میں ذرا اپنا عقیدہ مطالعہ کریں اور مجدد صاحب کی یہ عبارت بار بار پڑھیں۔

سنت و بدعت ضد یک دیگر اند وجودے کے مستلزم نفی دیگر یست۔

''سنت اور بدعت آپس میں مقابل ہیں۔ بدعت کا مان لینا سنت کی نفی کرنا ہے۔''

پس عبادت را حسنہ گویند یا سیئہ مستلزم رفع سنت است۔

''بدعت کو حسنہ کہیے یا سیئہ بہر حال سنت کو ختم کرنے والی ہے۔''

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول: حصہ چہارم، ص ۶۴)

خاتمہ

اظہارِ عرض وتشکر

یہ کتاب میں نے کسی فرقے کی تذلیل کے لیے نہیں لکھی، بلکہ میرا رب جانتا ہے کہ کتاب لکھنے کا مقصد صرف اور صرف اپنے کلمہ گو مسلمان بھائیوں کو دو بڑی بدعتوں کی تفصیل و تاریخ بتانا اور انھیں گم راہی سے بچانے کے لیے اصلاح کی کوشش میں ہے۔

بہت حد تک ممکن ہے کہ کوئی صاحب اس کتاب کی ردّ میں کوئی کتاب لکھ کر مجھے مخاطب کرنا چاہیں تو بے کار وقت کا ضیاع کریں گے۔ دین میں کوئی اضافہ ہرگز قابل قبول نہیں ہے بلکہ مردود ہے۔ میں نے یہ کتاب مناظرے کے لیے نہیں بلکہ اصلاح کے لیے لکھی ہے۔ اس لیے اس کتاب سے جو اصلاح کا پہلو نکلتا ہے اُسے مدنظر رکھیں اور جہاں کہیں اسلام کے نام پر بدعتیں کی جارہی ہیں انھیں روکیں۔

میں نے دعا گو ہوں اپنے روحانی استاذ محترم امام اہلِ سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمتہ اللہ علیہ کے لیے جن کی کتابوں سے میں اس قابل ہوا۔ اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین

اللہ رب العزت کا بے انتہا شکر گزار ہوں کہ اس نے علمائے حق سے وابستہ فرمایا۔ آخری دم تک اللہ تعالیٰ ان سے وابستہ رکھے۔ آمین

اگر کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو اسے میری کوتاہی شمار کیا جائے، اکابر علما کو نشانہ نہ بنایا جائے۔

اللہ رب العزت سے مجھ سمیت تمام اُمت مسلمہ کی اصلاح اور انھیں راہِ سنت پر چلانے کی دعا ہے۔ آمین ثم آمین

نعمان محمد امین

لاکھوں سلام

(سیّد نفیس الحسینیؒ)

تاجدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
شہریارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

سیّدُ الاوّلیں، سیّدُ الآخریں
نامدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

فخرِ اولادِ آدمؑ پہ اربوں درود
افتخارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

وُہ براہیمی و ہاشمی خوش نسب
شاہوارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

وُہ جب آئے جہاں میں بہار آگئی
نو بہارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جلوہ گاہِ محمّد، وُہ غارِ حِرا
جلوہ زارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جبرئیلؑ امیں، مرحبا مرحبا
راز دارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

نور پاشِ رسالت پہ دائم درود
نور بارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

کعبۃ اللہ حصنِ حصینِ یتیم
سایہ دارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

وُہ جو فاران کی چوٹیوں سے اُٹھا
شہسوارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

ہر نبیؑ کی رسالت ہوئی معتبر
اعتبارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

جس پہ ختمِ نبوّت کا دار و مدار
اُس مدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

رُوکشِ حُسنِ یُوسفؑ ہے جس کا جمال
اُس نگارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

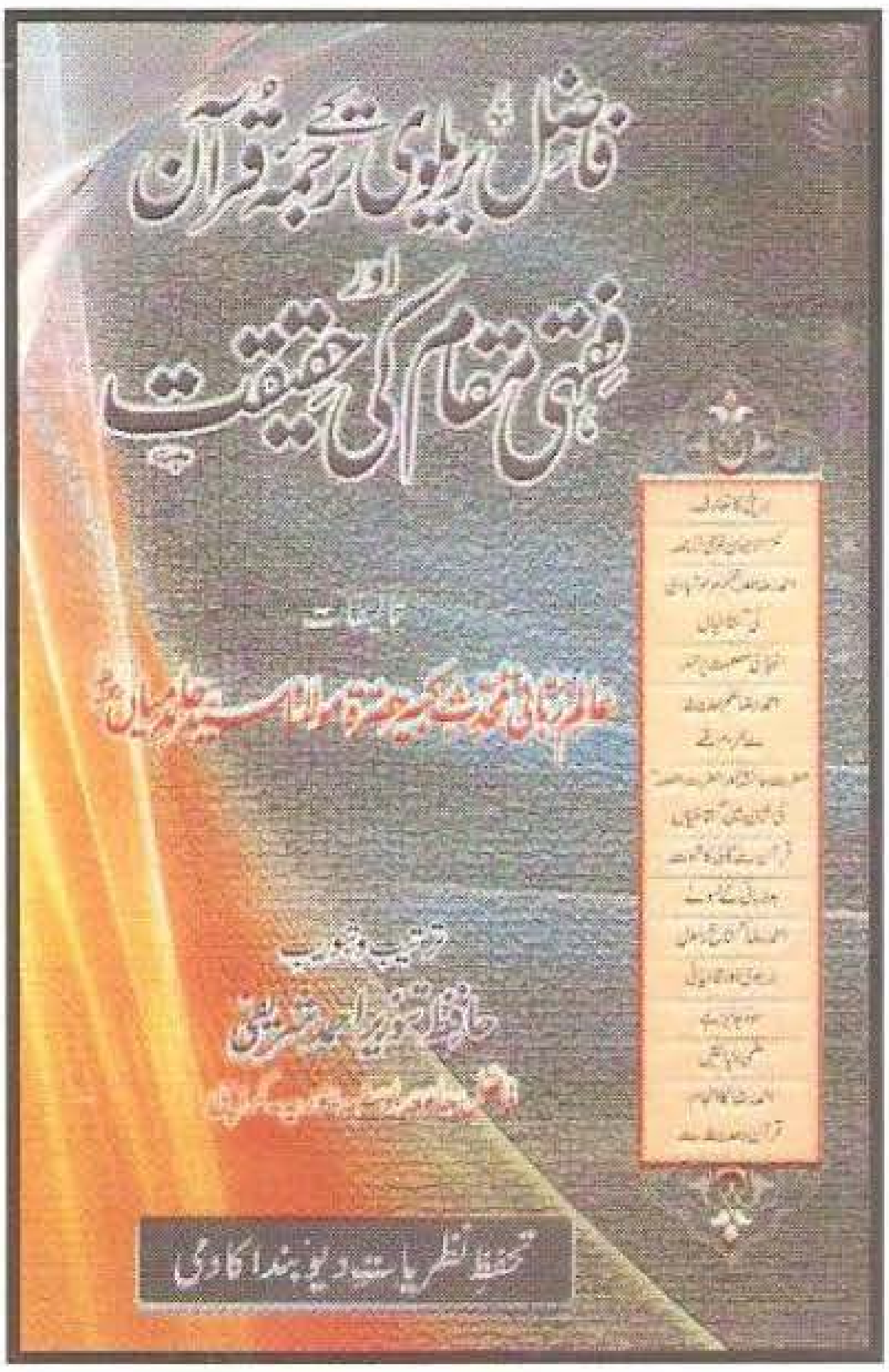
سِدرۃُ المنتہیٰ جس کی گردِ سفر
راہوارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

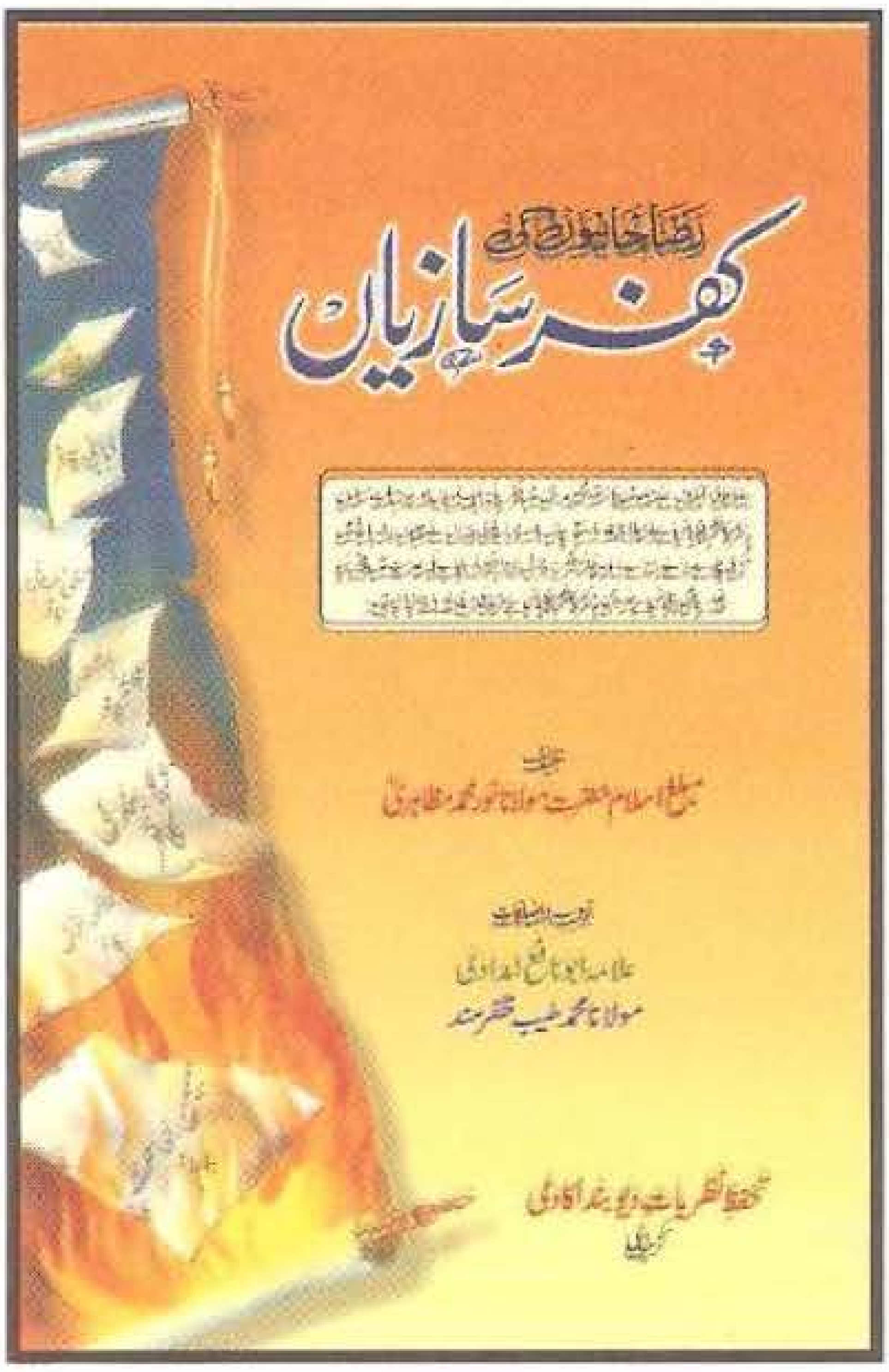
بدر میں تو نزولِ ملائک ہوا
کارزارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

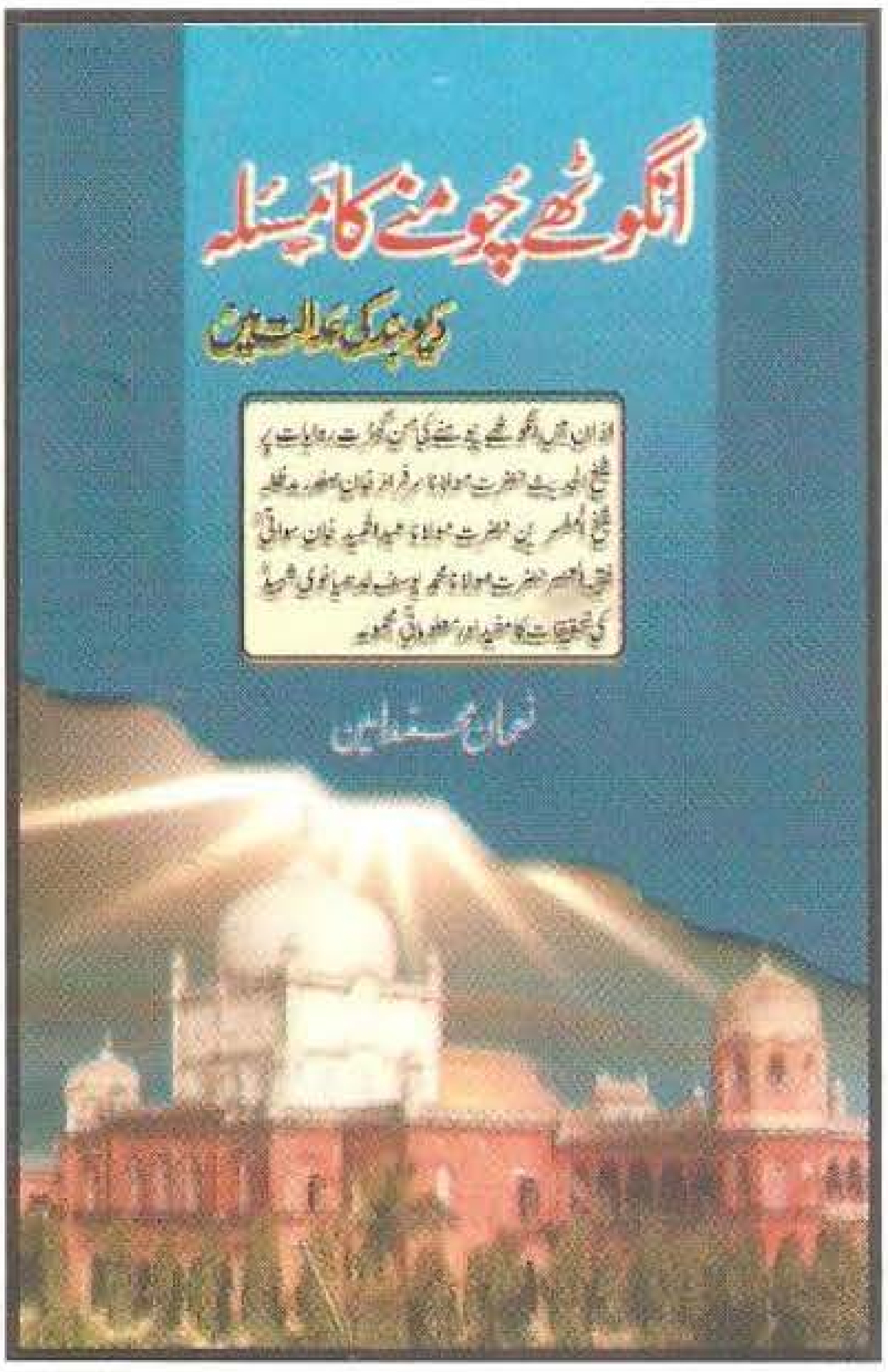
کیا کہوں جو اُحُد سے محبّت رہی — کوہسارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
وہ جو پائے مُبارک کی زِینت رہا — اُس غُبارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
کوئی دیکھے رفاقت ابُوبکرؓ کی — یارِ غارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
اللہ اللہ! فاروقؓ کا دبدبہ — ذی وقارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
بہرِ عُثمانؓ رِضواں کی بیعت ہُوئی — جاں نثارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
مُرتضیٰؓ بابِ شہرِ علُومِ نبیؐ — شاہکارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
جس کے دو پھُول پیارے حسنؓ اور حُسینؓ — شاخسارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
ہر صحابیؓ نبیؐ پر تصدّق رہا — جاں سپارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام
ساری اُمّت پہ ہوں اَن گنت رحمتیں — پاسدارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

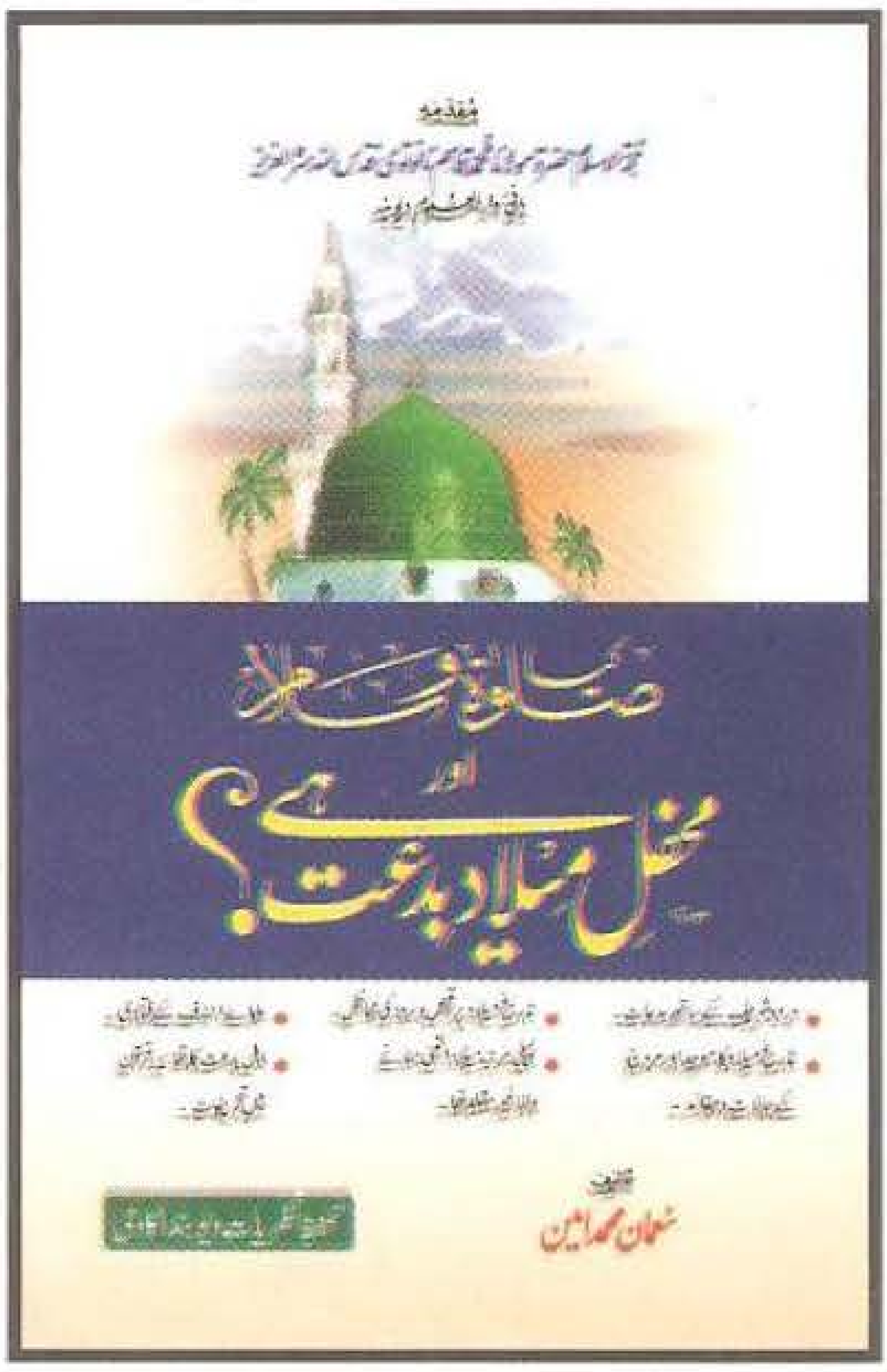
جس کو ترسا کیے چشم و دِل اے نفیسؔ
اُس دیارِ نبوّت پہ لاکھوں سلام

○









تحفظ نظریات دیوبند اکادمی